ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۴ شمارہ: ۴۴ ۲۹/اکتوبر تا ۴/نومبر ۲۰۲۱ء — ۲۲/تا ۲۸/ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-44 29 Oct. - 4 Nov. 2021 Page 16

پارلیمانی انتخابات ۲۰۲۴ء کیلئے اپوزیشن کا

اتحاد

کیا ممتا مودی کا مقابلہ کرسکیں گی؟

بھوانی پور سے ریکارڈ ووٹوں سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد ممتا بنرجی حوصلہ مندانہ جذبات سے لبریز نظر آرہی ہیں اور اب ان کی نظر ۲۰۲۴ء کے پارلیمانی انتخابات پر ہے۔ محمد سالم جامعی

بھوانی پور ضمنی انتخاب سے پہلے ۲۶/ستمبر کو ایک نکڑ میٹنگ میں مغربی بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بنرجی نے دعویٰ کیا تھا کہ بھوانی پور میں ایک نیا کھیل شروع ہوا ہے جس کے نتیجہ کا استعمال بھارت کو جیتنے میں ہوگا۔ ترنمول کانگریس (ٹی ایم سی) نے فی الحال یہ پیغام دینا شروع کیا ہے کہ ان کی پارٹی بنگال ریاستی انتخابات میں کامیابی کے بعد مطمئن ہوکر نہیں بیٹھ جائے گی۔ اسی جلسہ میں ٹی ایم سی کے قومی جنرل سیکریٹری ابھیشیک بنرجی نے اس سے قدرے واضح انداز میں کہا کہ یاد رکھئے آپ صرف دیدی کے لیے ووٹ نہیں کررہے ہیں بلکہ آپ دہلی میں تبدیلی لانے کے لیے ووٹ کررہے ہیں۔

اس وقت ملک میں دو مہمیں چل رہی ہیں۔ پہلی ۲۰۲۴ء کے لوک سبھا انتخابات میں بی جے پی سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک نرم رو اپوزیشن اتحاد قائم کرنا اور دوسری ممتا بنرجی کو اس اتحاد کے لیے لیڈر کے روپ میں پیش کرنا۔ گزشتہ ماہ کے دوران ٹی ایم سی کے بڑے لیڈروں نے اس بحث کو کافی فروغ دیا ہے کہ قیادت کرنے کے لیے سب سے اچھا کون ہے۔ اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہ بی جے پی کے خلاف ٹی ایم سی کی انتخابات میں مودی اور شاہ کی قیادت والے چوطرفہ حملے میں کامیابی کی وجہ سے ٹی ایم سی نے ایک سیاسی منفرد مقام حاصل کرلیا ہے اور ابھیشیک جیسے ٹی ایم سی کے لیڈروں نے قیادت کے متوقع دعویدار کے طور پر ممتا کے دعوے پر بحث شروع کردی ہے۔ دراصل کئی معاملوں میں بی جے پی اس وقت بیک فٹ پر ہے۔ ایندھن کی قیمتیں ریکارڈ اونچائی پر ہیں۔ مہنگائی بے تحاشہ بڑھ رہی ہے جبکہ گزشتہ ڈیڑھ سال میں وبا نے کافی معاشی مشکلات پیدا کی ہیں

(بقیہ صـ۴ پر)

اندر پڑھئے
- دنیا کے مال واسباب جلد ختم ہوجائیں گے صـ۵
- عصبیت کا فتنہ: جس نے اسلام کے چہرے کو داغدار کردیا ہے صـ۸
- ۱۸۵۷ء سے پہلے سے جاری تھی تحریک آزادی صـ۹
- خسارے سے بچنے اور نفع حاصل کرنے کا قرآنی نسخہ صـ۱۰

اُٹھے گا کب تلک شعلہ فلسطین کے مکانوں سے

عبدالرشید طلحہ نعمانی

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ مسجد اقصیٰ اور فلسطین پر مسلمانوں کا اولین حق ہے۔ نہ صرف فلسطینی مسلمان بلکہ پورا عالم اسلام اس سے دینی و جذباتی رشتہ رکھتا ہے؛ مگر اسلام اور مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہودیوں نے اس پر ظالمانہ و غاصبانہ تسلط قائم کررکھا ہے۔ فلسطین کا مسئلہ ایک مدت سے اختلافی اور نزاعی بنا ہوا ہے؛ جس کی وجہ سے نہ جانے کتنے معصوم بچے تہہ تیغ ہوچکے ہیں، کتنے گھرانے تباہ و برباد ہوگئے ہیں اور کتنوں کی زندگیاں اجڑ کر ویران ہوچکی ہیں۔ ایک طرف اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ فلسطین ان کا ہے، جبکہ رواں نصف صدی کے غاصبانہ قبضے سے قبل تاریخ کے کسی دور میں بھی انہیں حاکمانہ اور فاتحانہ حیثیت میں وہاں رہنا، یا بسنا نصیب نہیں ہوا، جب کہ دوسری طرف مسلمانوں کی اس سے گہری وابستگی ابتدائے اسلام سے ہی ثابت ہے، خانۂ کعبہ اور مسجد نبوی کے بعد تیسرا مقدس ترین مقام مسجد اقصیٰ ہے، سرکار دوعالمؐ نے سفر معراج کا آغاز بھی اسی سرزمین سے فرمایا؛ جس میں آپ کو نماز کا تحفہ دیا گیا پھر ابتدائے اسلام میں سولہ سترہ ماہ مسلمانوں نے اسی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کیں، احادیث میں قصد و ارادے کے ساتھ جن مساجد کے سفر کو بابرکت بتلایا گیا ان میں مسجد اقصیٰ بھی شامل ہے۔

یہ امر مسلمانوں کیلئے باعث ننگ و عار ہے کہ ان کا قبلہ اوّل اور وہ زمین جو برکتوں کا خزانہ تھی آج ان کے ہاتھوں سے چھن چکی ہے۔ پہلی جنگ عظیم دسمبر ۱۹۱۷ء کے دوران انگریزوں نے بیت المقدس اور فلسطین پر قبضہ کرکے یہودیوں کو آباد ہونے کی عام اجازت دے دی۔ یہود و نصاریٰ کی سازش کے تحت نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے دھاندلی سے کام لیتے ہوئے فلسطین کو عربوں اور یہودیوں میں تقسیم کردیا اور جب ۱۴ر مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے اسرائیل کے قیام کا اعلان کردیا تو عرب اسرائیل جنگ چھڑی، اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی فلسطین کے ۷۸ فیصد رقبے پر قابض ہوگئے، تاہم مشرقی یروشلم (بیت المقدس) اور غرب اردن کے علاقے اردن کے قبضے میں آ گئے۔ پھر جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیلیوں نے بقیہ فلسطین اور بیت المقدس پر بھی تسلط جما لیا۔ یوں مسلمانوں کا قبلہ اول ہنوز یہودیوں کے قبضے میں ہے اور کسی صلاح الدین ایوبی کا انتظار کررہا ہے۔

القدس ایک تعارف

بحر روم کے کنارے شام سے مصر تک پھیلی ہوئی طویل ساحلی آبادی کو فلسطین کہا جاتا ہے۔ تقریباً ۲۷ ہزار مربع کلومیٹر کے رقبہ پر مشتمل یہ سرزمین عرصۂ دراز تک انبیاء و رسل کا مرکز و مرجع اور مسکن و مدفن رہی، اسی بابرکت خطہ ارض میں وہ مقدس شہر بھی واقع ہے جسے قدیم تاریخ میں 'ایلیا'، عربی میں 'القدس' اور اردو میں 'بیت المقدس' کہا جاتا ہے۔ یہ بحر روم سے ۵۲ کلومیٹر، بحر احمر سے ۲۵۰ کلومیٹر اور بحر مردار سے ۲۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ بحر روم سے اس کی اونچائی ۷۵۰ میٹر اور بحر مردار کی سطح سے اس کی بلندی ۱۱۵۰ میٹر ہے۔ سب سے پہلے یہاں یبوسین آکر آباد ہوئے، ایک روایت ہے کہ اس شہر کو سام بن نوح نے آکر آباد کیا، ۱۰۱۳ قبل مسیح میں حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو فتح کیا۔ (خطط الشام ج:۵،ص:۲۵۲)

اس مقدس شہر کی تاریخ ایسی ہنگامہ آرائیوں اور معرکہ خیزیوں سے بھری پڑی ہے جس میں تین آسمانی مذاہب کے مقدس مقامات و آثار پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے بیت المقدس تینوں ہی آسمانی مذاہب اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے نزدیک قابل احترام اور لائق تعظیم ہے، اہل اسلام کے نزدیک اس لیے کہ یہیں مسجد اقصیٰ ہے جو ان کا قبلہ اول اور جائے معراج ہے۔ عیسائیوں کے نزدیک اس وجہ سے کہ اسی میں ان کا سب سے مقدس چرچ 'کنیسہ قیامہ' ہے جس میں بقول ان کے حضرت عیسیٰ مصلوب و مدفون ہوئے اور جس پر قبضہ کے لیے متحدہ یورپ نے طویل خوں ریز صلیبی جنگیں لڑیں اور بالآخر بطل جلیل سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں شرم ناک اور تباہ کن شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اور یہودیوں کے نزدیک اس

اس مقدس شہر کی تاریخ ایسی ہنگامہ آرائیوں اور معرکہ خیزیوں سے بھری پڑی ہے جس میں تین آسمانی مذاہب کے مقدس مقامات و آثار پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے بیت المقدس تینوں ہی آسمانی مذاہب اسلام، عیسائیت اور یہودیت کے نزدیک قابل احترام اور لائق تعظیم ہے۔

بنا پر کہ یہیں پر کبھی وہ ہیکل سلیمانی تھا جس کی تباہی کو یاد کرکے وہ آج بھی مسجد اقصیٰ کی مغربی دیوار کے پاس گریہ وزاری کرتے ہیں اور اس کی تعمیر نو کو عظیم تر اسرائیل کی خشت اول گردانتے ہیں۔

اسی متبرک سرزمین کی بابت اس کے صحیح حق داروں اور اس کے جھوٹے دعویداروں کے درمیان صدیوں سے مستقل آویزش اور مسلسل کشمکش جاری ہے، طاغوتی قوتیں شب و روز اسے نقصان پہنچانے پر تلی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اسرائیل کو اپنا آلۂ کار بنا کر اسلام کی مقدس ترین مسجد 'مسجد اقصیٰ' کو نذر آتش کیا؛ جس کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ بتدریج اس مقدس سرزمین سے اسلام اور مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیا جائے۔ یہی وہ باعظمت ارض مقدس ہے؛ جس کا تعارف کرواتے ہوئے فاتح اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے سپاہیوں سے کہتے ہیں:

"اے میرے رفیقو! ۱۶ ہجری کا ربیع الاول یاد کرو جب عمرو بن العاص اور ان کے ساتھیوں نے بیت المقدس کو کفار سے آزاد کرایا تھا۔ حضرت عمرؓ اس وقت خلیفہ تھے، وہ بیت المقدس گئے، حضرت بلالؓ ان کے ساتھ تھے، حضرت بلالؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسے خاموش ہوئے تھے کہ لوگ ان کی پرسوز آواز کو ترس گئے تھے، انہوں نے اذان دینی چھوڑ دی تھی؛ لیکن مسجد اقصیٰ میں آکر حضرت عمرؓ نے انہیں کہا کہ بلال! مسجد اقصیٰ اور بیت المقدس کے در و دیوار نے بڑی لمبی مدت سے اذان نہیں سنی۔ آزادی کی پہلی اذان تم نہ دو گے؟ حضور اکرمؐ کی وفات کے بعد پہلی بار حضرت بلالؓ نے اذان دی، اور جب انہوں نے کہا کہ اشھد ان محمد رسول اللہ۔ تو مسجد اقصیٰ میں سب کی دھاڑیں نکل گئی تھیں۔"

اقصیٰ کی فریاد

(۱) میں وہ مسجد ہوں جس کی سرزمین کو خالق ارض وسماء نے بابرکت قرار دیا ہے۔ (سورۃ الاسراء)

(۲) میں وہ مسجد ہوں جس کو دنیا کی افضل ترین قوم نے اپنا قبلہ اول بنایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) میں وہ مسجد ہوں جہاں سے حضور پاکؐ کو معراج کرایا گیا تھا۔ (مسلم)

(۴) میں وہ مسجد ہوں جہاں پر خاتم النّبیین محمدؐ کی اقتداء میں جملہ انبیائے کرام نے نماز ادا فرمائی۔

(۵) میں وہ مسجد ہوں جس میں ایک نماز ادا کرنے سے دوسو پچاس نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔

(۶) میں وہ مسجد ہوں جس میں دجال کا داخلہ ممنوع ہے۔ (مسند احمد)

(۷) میں وہ مسجد ہوں جسے دنیا کی دوسری مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۸) میں وہ مسجد ہوں جس کا شمار ان تین مساجد میں ہوتا ہے جس کی طرف بہ غرض عبادت کوچ کرنا جائز ہے۔ (بخاری و مسلم)

(۹) میں وہ مسجد ہوں کہ جو کوئی بھی اس میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے آئے وہ (گناہوں سے دھلا ہوا) ایسے لوٹتا ہے گویا کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۱۰) میں وہ مسجد ہوں جس کی سرزمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُتریں گے اور وہیں پر دجال کو بھی قتل کریں گے۔ (ترمذی)

(۱۱) میں وہ مسجد ہوں جس کی سرزمین بروز قیامت ارض محشر ہوگی۔ (احمد، ابوداؤد)

آج مجھے نسل پرست صہیونیوں نے اپنا یرغمال بنا رکھا ہے! آئے دن میرے تقدس کو پامال جارہا ہے! میری آبادکاری کے راستے میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ بلکہ مجھے مسمار کرنے کی منظّم پالیسی بنالی گئی ہے! میرے دامن میں مسلسل سرنگ کھودے جارہے ہیں؛ تاکہ میں بے بس ہوکر دم توڑ دوں اور میری جگہ ہیکل سلیمانی نام کا شیطانی بت نصب کردیا جائے۔

المختصر فلسطین کی تباہی صرف اسی کی تباہی نہیں ہے؛ بلکہ عالم عرب اور ملت اسلامیہ کی تباہی کا پہلا قدم ہے، جو صہیونیوں نے زبردست منصوبہ بندی اور مضبوط حکمت عملی کے بعد اٹھایا ہے۔ امام حسن البناء شہید نے مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"بھائیو! اس وقت فلسطینی بھائی میدان میں بھوک پیاس برداشت کررہے ہیں، کوشش اور جدو جہد میں لگے ہوئے ہیں، جیلوں میں ٹھونسے جارہے ہیں، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کررہے ہیں اور ابھی تک سب سے بابرکت میدان میں بہترین کارنامے انجام دے رہے ہیں، انہوں نے اللہ اور تاریخ کے آگے اپنا عذر پیش کردیا ہے، اگر یہ تحریک کم زور پڑ جائے تو تم اس کی کم زوری کے ذمہ دار ہوجاؤ گے اور یہ ایسا جرم ہے جس کا اللہ سخت ترین مواخذہ کرے گا اور تاریخ اس کو اپنے سیاہ ترین صفحات میں ریکارڈ کرے گی۔ چناں چہ اس موقع کو غنیمت جانو اور اپنے بھائیوں کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرو، اللہ تمہارے ساتھ ہے، وہ تمہارے اعمال کو ضائع نہیں کرے گا۔" ◻◻

بہترین عربی دانی پر انڈین کو دبئی کا گولڈن اقامہ جاری

دبئی میں مقیم ایک انڈین شہری کو عربی زبان پر مکمل عبور رکھنے پر گولڈن اقامہ جاری کردیا گیا۔ نسیم حمزہ احمد نامی بھارتی شہری کو اماراتی ادارہ برائے رہائشی امور کی جانب سے بہترین عربی زبان بولنے اور مثالی ترجمہ کرنے پر گولڈن اقامہ کا حقدار قرار دیا گیا۔ اماراتی اخبار کے مطابق دبئی میں ثقافتی اتھارٹی کی جانب سے نسیم حمزہ کی عربی دانی کو مثالی قرار دیا گیا۔ اتھارٹی کے مطابق نسیم حمزہ عربی زبان پر مکمل عبور رکھتے ہیں۔ دریں اثنا بھارتی شہری نسیم حمزہ کا کہنا تھا کہ اعزاز (گولڈن اقامہ) سے مجھے بے حد خوشی ہے، عربی زبان کی خدمت مزید بہتر طریقے سے کروں گا اور عربی سے نابلد افراد کو زبان سیکھانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتا رہوں گا۔ نسیم نے بتایا کہ گزشتہ دو برسوں میں سو سے زائد افراد کو عربی زبان سیکھا چکا ہوں جبکہ یوٹیوب پر بھی مفت عربی زبان کے کورس شروع کیے ہوئے ہیں جن سے بے شمار لوگ مستفیض ہوتے ہیں۔

دریچۂ پاکستان

پیر فاروق بہاؤالحق شاہ

ریاستِ مدینہ کے حکمراں

آزادئ فکر، آزادئ اظہار، قانون کی بالادستی، خود احتسابی، عدل و انصاف، قومی خزانے کی حفاظت، خوشامدیوں سے دوری، ہدیہ قبول کرنے سے انکار، سادگی، خوفِ خدا، اچھے رفقا کی عہدوں پر تقرری، اصولِ مساوات، عوام کی تنقید کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا ایک اچھے مسلمان حکمران کی بنیادی خصوصیات ہیں۔ مؤرخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ حجاج کے زمانے میں جب لوگ صبح کرتے تھے تو آپس میں ملاقات کے وقت گزشتہ رات کے قتل، پھانسیوں، سزاؤں اور اسی طرح کے دیگر معاملات پر گفتگو کرتے۔ ولید چونکہ تاجر اور صنعت کار تھا لہٰذا اس کے زمانے میں لوگ تعمیرات، صنعت و حرفت، زراعت و کاشتکاری کی گفتگو کرتے اور جب سلیمان بن عبدالملک خلیفہ بنا تو چونکہ کھانے پینے کا شوقین تھا لہٰذا لوگ اس کے زمانے میں اچھے سے اچھے کھانے کے بارے میں گفتگو کرتے اور جب حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے، تو چونکہ عدل و انصاف ان کے مزاج کا حصہ تھا، وہ گزشتہ زمانوں میں کی گئی ناانصافیوں کا ازالہ کرتے تھے تو رعایا میں بھی اسی مزاج کا چلن عام ہوگیا۔

اِن تمہیدی کلمات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اپنے حکمرانوں کا اس دور کے حکمرانوں سے موازنہ کریں لیکن ان سے یہ بات سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ اندازِ حکمرانی کیا ہونا چاہئے اور حکمرانوں کی ترجیحات کا اثر عوام کی روزمرہ زندگی پر کیسے مرتب ہوتا ہے۔ اگر حکمران خود کو عوام کی عدالت میں جواب دہ سمجھیں تو عوام کے اندر بھی خوفِ خدا کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں لیکن اگر حکمران خود کو قانون سے بالاتر سمجھیں تو عوام میں بھی قانون شکنی کا رجحان فروغ پاتا ہے۔ دنیا کے طاقتور ترین ملک کے سربراہ پر کوئی الزام عائد کیا جاتا ہے، وہ چاہے جمی کارٹر ہوں یا بل کلنٹن تو قانون کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑا نظر آتا ہے۔ ان کے اس عمل کی وجہ سے عام شہری قانون شکنی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اچھا حکمراں وہ ہی ہے جو امانت و دیانت اور صداقت کا علمبردار ہو۔ جو سرکاری خزانے کو شیر مادر نہ سمجھے بلکہ اسے خدا کی امانت سمجھے۔ سرکاری خزانے کو ذاتی تصرف میں لانا ایک قبیح فعل ہے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ اب سرکاری خزانے کو ذاتی ملکیت سمجھ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ ان دنوں توشہ خانے کا تذکرہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ ہمارے موجودہ وزیراعظم جب اپوزیشن میں تھے تو وہ اس بات کے قائل تھے کہ عوام کو معلومات تک رسائی کا مکمل حق حاصل ہونا چاہئے۔ سرکاری معلومات خفیہ رکھنے کا کوئی جواز نہیں۔ حکمرانوں کو ملنے والے تحائف کے حوالے سے جناب عمران خان کا نقطۂ نظر بڑا واضح تھا۔ یہ بات اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ قیام پاکستان سے لے کر گزشتہ چند برسوں تک غیر ملکی حکمرانوں سے ملنے والے تحائف کا تذکرہ کم ہی سننے کو ملتا تھا۔ اس معاملے کو زیادہ عوامی توجہ اس وقت ملی جب سابق دورِ حکومت میں اس وقت کے وزیراعظم نواز شریف نے غیر ملکی حکمرانوں سے ملنے والے تحائف کی تفصیل منظر عام پر لانے کو ملکی مفاد کے خلاف قرار دیا۔ اِس کے ردِعمل میں تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے الزام عائد کیا کہ ان تفصیلات کو چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ سرکاری حیثیت سے ملنے والے بیش قیمت تحائف حکمرانوں نے اپنے پاس رکھ لئے ہیں۔ ان الزامات کے بعد وہ یہ تفصیلات منظر عام پر لے آئے اور اس کی تفصیل پاکستان انفارمیشن کمیشن میں جمع کرا دی گئی۔ دلچسپ صورتحال اس وقت پیدا ہوئی جب موجودہ حکومت کو غیر ملکی مہمانوں سے ملنے والے تحائف کی تفصیلات منظر عام پر لانے کو کہا گیا تو اس نے وہی عذر پیش کیا جو سابق حکمران پیش کیا کرتے تھے۔ موجودہ حکومت کی طرف سے بھی یہی کہا گیا کہ ان تحائف کی تفصیلات منظر عام پر لانے سے دوست ممالک کے ساتھ تعلقات متاثر ہوسکتے ہیں جبکہ قانونی ماہرین کے مطابق حکومت یہ تفصیلات جمع کروانے کی پابند ہے مگر حکومت نے پی آئی سی میں اس سے بالکل مختلف جواب جمع کرایا۔ یہ معاملہ خبروں کی زینت نہ بنتا کہ اگر یہ تحائف نیلام کرنے کی تفصیلات منظر عام پر نہ آتیں۔ کابینہ ڈویژن کی جانب سے جاری کئے گئے ایک مراسلے کے مطابق سربراہانِ مملکت اور دیگر وزراء کو ملنے والے ۱۷۰ سے زائد تحائف کچھ عرصہ قبل بولی کے تحت نیلام کئے گئے۔ ان تحائف میں قیمتی گھڑیاں، سونے کے زیورات، مختلف ڈیکوریشن پیسوں، ہیرے جڑے ہوئے قلم اور قالین وغیرہ شامل تھے۔ تفصیلات کے مطابق ان اشیاء کی نیلامی میں صرف سول اور فوجی افسروں نے حصہ لیا تھا، اسی معاملے پر ایک شہری نے پی آئی سی میں موجود حکومت بشمول وزیراعظم کو ملنے والے تحائف کی تفصیل مانگی اور حکومت نے اسے ملکی مفاد میں نہ ہونے کا جواز پیش کرتے ہوئے وضاحت جمع کرائی۔ تفصیلات کے مطابق سرکاری دورے پر جانے والی کوئی بھی شخصیت بیرون ملک سے ملنے والا تحفہ خود رکھنا چاہے تو اسے اِس تحفے کی قیمت کا کچھ حصہ جمع کروانا ہوتا ہے، یہ پہلے کسی بھی چیز کی کل مالیت کی پندرہ فیصد رقم پر مشتمل تھا جسے اب بڑھا کر پچاس فیصد کردیا گیا ہے۔ یاد رہے پاکستان کے تین سابق سربراہانِ مملکت کو ان توشہ خانے سے غیر قانونی طور پر تحائف حاصل کرنے کے الزام میں مقدمات کا سامنا ہے۔ مقدمات کا سامنا کرنے والے حکمرانوں میں آصف علی زرداری، میاں نواز شریف اور سید یوسف رضا گیلانی شامل ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جن قواعد کے تحت سابق حکمرانوں کے خلاف نیب میں مقدمات بنائے گئے، کیا موجودہ حکمرانوں کو اس سے استثنیٰ حاصل ہے؟

جس ملک میں مہنگائی نے عوام کا بھرکس نکال دیا ہو، اشیائے ضروریہ عوام کی پہنچ سے دور ہو چکی ہوں، ذرائع روزگار روز بروز سکڑتے جارہے ہوں، غریب لوگ فاقہ کشی کی وجہ سے خودکشی کرنے پر مجبور ہوں، پٹرول کی قیمتوں میں ہوشربا اضافے نے عام آدمی کی معیشت پر ناقابلِ برداشت بوجھ ڈال دیا ہو، اس ملک کے حکمرانوں کو اس طرح کے اللّے تللّوں کی اجازت دی جاسکتی ہے؟ حکمرانوں نے اگر اپنی روش تبدیل نہ کی تو تاریخ انہیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

ہفت روزہ نئی دہلی
الجمعیۃ
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حقِ مساوات کی حفاظت کی جائے

پہلے گجرات، پھر پنجاب اوراس کے بعد اتر پردیش، تینوں صوبوں میں گزشتہ دنوں کچھ ایسی سیاسی تبدیلیاں ہوئی ہیں جنھیں کچھ ہی مہینوں بعد ہونے والے انتخابات کی نظر سے کافی اہم سمجھا جارہا ہے۔ گجرات میں بی جے پی حکومت مخالف لہر کا سامنا کررہی ہے جہاں وزیر اعلیٰ سمیت پوری وزارت ہی بدل دی گئی ہے۔ اس تبدیلی کی وجہ ووٹوں کے ذات پر مبنی توازن کو بتایا جارہا ہے۔ اس تبدیلی کے ذمہ دار لوگ چاہتے ہیں کہ ووٹروں تک یہ پیغام پہنچے کہ برسراقتدار پارٹی ان کے ذات پات پر مبنی جذبات کے تعلق سے حساس ہے۔

پنجاب میں کیپٹن امریندر سنگھ کی قیادت میں کانگریس کی حکومت تھی، وہاں بھی انتخابات کے پیش نظر برادری واد کے پیمانے کو آزمایا گیا ہے اور ریاست میں پہلی بار کسی دلت کو وزیر اعلیٰ بنایا گیا ہے۔ وزارت کی تقسیم میں بھی اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ نچلی ذات والوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ کانگریس ان کے مفادات کے تعلق سے کافی حساس ہے۔ احساس کا ایسا ہی دِکھاوا اتر پردیش میں یوگی کی قیادت والی بی جے پی حکومت نے بھی کرنا ضروری سمجھا ہے۔ وہاں کابینہ میں توسیع کرکے پسماندہ طبقوں کو وزارت کی کرسیوں پر بٹھایا گیا ہے تاکہ ووٹوں کے ذات پر مبنی ہندسوں سے رائے دہندوں کو ورغلایا جاسکے۔ ان تینوں ریاستوں میں اس تبدیلی کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے یہ تو آنے والے انتخابی نتیجوں سے معلوم ہوگا، لیکن اس کوشش سے یہ اندازہ ضرور ہوگیا ہے کہ بی جے پی اور کانگریس دونوں پارٹیاں یہ مان کر چل رہی ہیں کہ ملک کا ووٹر اس قدر معصوم ہے کہ وہ سیاسی پارٹیوں کی اس چال کا آسانی سے شکار ہوجائے گا۔ حقیقت بھی کچھ ایسی ہی ہے، وہ ووٹر جو الیکشن سے متعلق اپنے سمجھدار ہونے کا بار بار مظاہرہ کرتا رہتا ہے الیکشن آتے ہی اس پر ذات پات، خاندان اور مذہب کا خول نظر آنے لگتا ہے اور یہ ہماری جمہوریت کی بدقسمتی ہی کہی جائے گی کہ ہر انتخاب میں ہم نے ووٹروں کو اقتدار کی بھوکی سیاسی پارٹیوں کے پھیلائے گئے جال میں پھنستے دیکھا ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہ بیماری صرف ان دو بڑی پارٹیوں تک ہی محدود نہیں ہے، ملک کی تقریباً سبھی سیاسی پارٹیاں برادری واد کے لالچ میں مشغول دِکھائی دے رہی ہیں تاہم پھر بھی یہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ذات برادریوں کی پوری بساط بچھانے کے باوجود مرکز کی بی جے پی حکومت ملک میں ذات پر مبنی مردم شماری کے حق میں نہیں ہے۔

یہ صحیح ہے کہ برابری، انصاف اور بھائی چارے پر مبنی ہمارے دستور میں ذات کی بنیاد پر کسی کو اونچا یا نیچا سمجھنا ایک جرم مانا گیا ہے لیکن بدقسمتی یہ بھی ہے کہ جہاں سیاسی پارٹیاں اپنے انتخابی فائدے کے لیے اس تفریق اور بھید بھاؤ کا سہارا لے رہی ہیں وہیں پر ذاتوں کی تقسیم ہمارے معاشرہ کی سوچ میں بھی دیمک کی طرح اپنی جگہ بنائے ہوئے ہے۔ اتر پردیش کا حال ہی کا ایک واقعہ ہے۔ مین پوری ضلع کے ایک گاؤں دیماپور میں سرکاری اسکول میں اونچی اور نیچی ذاتیں آمنے سامنے کھڑی ہیں۔ اسکول میں طلباء کو دیئے جانے والے کھانے کے لیے اونچی ذات اور نیچی ذات والوں کے لیے الگ الگ برتن ہیں۔ یہ برتن نہ صرف الگ رکھے جاتے ہیں بلکہ پچھڑی برادری کے طلباء اور طالبات کو اپنے برتن صاف بھی خود ہی کرنے پڑتے ہیں۔ طلباء بھلے ہی خاموشی سے اسے برداشت کررہے تھے، مگر گاؤں کے کچھ لوگ اس صورتحال کو مزید برداشت نہ کرپائے اور اس کے خلاف آواز بلند کرنی شروع کردی، جس کے نتیجہ میں اسکول کی اونچی ذات کی پرنسپل خاتون کو برخاست کردیا گیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سماجی برابری کی جانب اُٹھائے گئے اس قدم کے بعد حالت بہتر ہوجاتی لیکن ایسا نہیں ہوا، تنازعہ بڑھتا گیا۔ خاتون پرنسپل کی برخاستگی کے خلاف گاؤں کے اونچی ذات والے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے اعلان کردیا کہ جب تک برخاستگی کا یہ حکم واپس نہیں لیا جاتا اور الگ الگ برتن والا نظام دوبارہ نافذ نہیں ہوجاتا وہ اپنے بچوں کو اسکول نہیں بھیجیں گے۔ یہ صورتحال آزادی حاصل کرلینے کے ۷۵ سال بعد بھی ہے جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ آزادی کی لڑائی پورے ملک نے بلا کسی ذات پات کی تفریق کے ایک ساتھ مل کر لڑی تھی۔ سبھی ذاتوں، سبھی طبقوں اور سبھی مذاہب کے لوگوں کا تعاون اس لڑائی میں شامل تھا۔ مگر یہ مایوس کن ہی ہے کہ آئے دن دیماپور گاؤں جیسے واقعات ملک کے مختلف حصوں میں رونما ہوتے رہتے ہیں۔ نانک اور کبیر سے لے کر مہاتما گاندھی اور باباصاحب امبیڈکر تک کی ایک عظیم وراثت ہے، یہ وہ عظیم ہستیاں ہیں جنھوں نے سماجی مساوات کا پیغام پہنچایا ہے۔ ہم تو ایک خاندان ہونے کی دہائی دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساری زمین ایک کنبہ ہے تو اعلیٰ اور ادنیٰ کا کیا مطلب رہ جاتا ہے۔ خاندان کا فرض ہوتا ہے کہ اگر کوئی پیچھے رہ گیا ہے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے لایا جائے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ پیچھے رہ جانے والوں کے پیچھے رہنے میں ہی ہمیں اپنا فائدہ نظر آتا ہے۔ برابری کے راستہ پر ان ۷۵ سالوں میں ہم بہت آگے بڑھ گئے ہوتے مگر ہمارے سماج اور سیاسی قائدین کو کسی کے پیچھے رہ جانے کا فائدہ اُٹھانے کی عادت سی ہوگئی ہے جبکہ اس کو فائدہ نہیں بلکہ غلط فائدہ کہا جانا چاہیے۔

اسی سیاسی روایت کی وجہ سے کوئی وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ یہ اعلان کرنے پر شرم محسوس نہیں کرتا کہ ان کی کابینہ میں کتنے ممبر پسماندہ طبقہ کے ہیں۔ انھیں ایسا لگتا ہے کہ وہ یہ اعداد وشمار دِکھا کر رائے دہندگان کو گمراہ کرسکتے ہیں۔ بدقسمتی سے ایسا ہو بھی رہا ہے۔ ورنہ انتخابات سے عین قبل کسی دلت کو وزیر اعلیٰ بنا کر یا کابینہ میں دلتوں کو جگہ دے کر انتخابی فائدہ حاصل کرنے کی روایت کیوں پروان چڑھ رہی ہوتی۔

قومی رہنماؤں کو اس عمل میں فائدہ ملنے کی امید کا سیدھا سا مطلب یہ ہے کہ وہ ووٹروں کو ورغلانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں۔ یہ ملک کے بیدار اور سمجھدار رائے دہندگان کو طے کرنا ہے کہ وہ سیاسی لیڈروں کے بہکاوے میں نہیں آئیں گے۔ پسماندہ لوگوں کو موقع ملنا چاہیے۔ یہ ان کا حق ہے، لیکن اگر کسی کو ایسا لگتا ہے کہ وہ حقوق دینے کی دہائی دے کر احسان کررہا ہے تو یہ بیحد باعث شرم بات ہے۔ یہ بات ہمارے لیڈروں کو بھی سمجھنی ہے اور ہمیں بھی مگر افسوسناک بات یہ ہے کہ نہ ہمارے لیڈر یہ بات سمجھ رہے ہیں اور نہ ہی ملک کے عوام کی سمجھ میں آرہا ہے کہ یہ ہمارے لیڈروں کا حصولِ اقتدار کا حربہ ہے جو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ابھی ہمارا جمہوری مزاج بڑی حد تک ناپختہ کاری کا شکار ہے۔ □□

جواھر القرآن

سورۂ سجدہ-۳۲ | ترجمہ آیات: ۱۷-۲۰ | **حضرت شیخ الهندؒ**

○ سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دھری ہے ان کے واسطے آنکھوں کی ٹھنڈک بدلہ اس کو جو کرتے تھے (فا)

○ بھلا ایک جو ہے ایمان پر برابر ہے اس کے جو نافرمان ہے، نہیں برابر ہوتے (ف۲)

○ سو وہ لوگ جو یقین لائے اور کیے کام بھلے تو ان کے لیے باغ ہیں رہنے کے مہمانی ان کاموں کی وجہ سے جو کرتے تھے (ف۳)

○ اور وہ لوگ جو نافرمان ہوئے سو ان کا گھر ہے آگ، جب چاہیں کہ نکل پڑیں اس میں سے الٹا دیئے جائیں پھر اسی میں اور کہیں ان کو چکھو آگ کا عذاب جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (ف۴)

فوائد: ———— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

فا جس طرح راتوں کی تاریکی میں لوگوں سے چھپ کر انھوں نے بے ریا عبادت کی، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں چھپا رکھی ہیں، ان کی پوری کیفیت کسی کو معلوم نہیں۔ جس وقت دیکھیں گے آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ حدیث میں ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ چیز چھپا رکھی ہے جو نہ آنکھوں نے دیکھی نہ کانوں نے سنی، نہ کسی بشر کے دل میں گزری۔ (تنبیہ) سرسیّد وغیرہ نے اس حدیث کو لے کر جنت کی نعمائے جسمانی کا انکار کیا ہے۔ میرا ایک مضمون 'ہدیہ سنیہ' کے نام سے چھپا ہے، اس میں جواب دیکھ لیا جائے۔

ف۲ اگر ایک ایماندار اور بے ایمان کا انجام برابر ہوجائے تو سمجھو خدا کے ہاں بالکل اندھیر ہے۔

ف۳ یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کے عمل جنت کی مہمانی کا سبب بن جائیں گے۔

ف۴ کبھی کبھی آگ کے شعلے جہنمیوں کو دروازہ کی طرف پھینکیں گے۔ اس وقت شاید نکلنے کا خیال کریں، فرشتے پھر ادھر ہی دھکیل دیں گے کہ جاتے کہاں ہو۔ جس چیز کو جھٹلاتے تھے ذرا اس کا مزہ چکھو۔

اللھم اعدنی و من النار و اجرنی من غضبک.

انوارِ احادیث

• حضرت عمر بن خطّاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر اس طرح توکل کرنے لگو جیسا کہ توکل کا حق ہے تو تمھیں اس طرح روزی دی جائے جس طرح پرندوں کو روزی دی جاتی ہے۔ وہ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام بھرے پیٹ واپس آتے ہیں۔ (ترمذی)

• حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان تمھارے دلوں میں اسی طرح پرانا (اور کمزور) ہوجاتا ہے جس طرح کپڑا پرانا ہوجاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ سے دُعا کیا کرو کہ وہ تمھارے دلوں میں ایمان کو تازہ رکھیں۔ (مستدرک حاکم)

• حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے (اُن) وسوسوں کو معاف فرمادیا ہے (جو ایمان اور یقین کے خلاف یا گناہ کے بارے میں ان کے دل میں بغیر اختیار کے آئیں) جب تک کہ وہ ان وسوسوں کے مطابق عمل نہ کرلیں یا ان کو زبان پر نہ لائیں۔ (بخاری)

• حضرت مصعب بن سعدؓ سے روایت ہے کہ (ان کے والد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ انھیں اُن صحابہ پر فضیلت حاصل ہے جو ان سے (مالداری اور بہادری کی وجہ سے) کم درجہ کے ہیں۔ (ان کے خیال کی اصلاح کی غرض سے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمھارے کمزوروں اور بیکسوں ہی کی برکت سے تمھاری مدد کی جاتی ہے اور تمھیں روزی دی جاتی ہے۔ (بخاری)

• حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جب کسی مسلمان کو کانٹا چبھتا ہے یا اس سے بھی کم کوئی تکلیف پہنچی ہے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے ایک درجہ لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا ایک گناہ معاف کردیا جاتا ہے۔ (مسلم)

پارلیمانی انتخابات ۲۰۲۴ء کیلئے اپوزیشن کا اتحاد

کیا ممتا مودی کا مقابلہ کرسکیں گی؟

صفحہ اوّل کا بقیہ

کچھ لوگوں کی دلیل ہے کہ اس سے اقتدار مخالف لہر پیدا ہوگی اور وہ جتنی مضبوط ہوگی ممتا کو خود کو بی جے پی کے متبادل کے طور پر پیش کرنے کا اتنا ہی بہتر موقع ملے گا۔ بعض سیاسی مبصرین کے مطابق ۲۰۱۹ء کے لوک سبھا انتخابات میں بھی ایسی ہی صورتحال تھی جب بدعنوانی میں ملوث یو پی اے-۲ اقتدار مخالف لہر سے نبرد آزما تھی، جو آخرکار اس کی شکست کا سبب بنی۔ اس وقت بی جے پی نے حالات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے نریندر مودی کو ایک ایسے رہنما کے طور پر پیش کیا تھا جو اچھے دن کی ابتدا کرسکتا تھا۔ انھیں گجرات کے تین بار کے وزیراعلیٰ کی صورت میں کامیاب قرار دیتے ہوئے اور ہندستان کی معاشی پریشانیاں دور کرنے کے لیے ترقی کے گجرات ماڈل کو اس کا تریاق بتایا گیا تھا۔ ٹی ایم سی اسی نقش قدم پر چل رہی ہے اس لیے اس کا نیا نعرہ ''ہندوستان کو اپنی ہی بیٹی چاہیئے'' ہے۔

حالانکہ اب تک خود ممتا بنرجی صاف طور پر متوقع اتحاد کی قیادت کی دعویداری سے پرہیز کررہی ہیں لیکن انھوں نے مغربی بنگال کو راستہ دِکھا کر امکانات کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ سخت مقابلہ میں لڑے گئے اسمبلی انتخابات میں اپنی زبردست کامیابی کے فوراً بعد انھوں نے اعلان کیا تھا کہ بنگال نے بھارت کو بچالیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی پارٹی کے بڑے رہنما برابر ممتا کے لیے قیادت کی دعویداری پیش کررہے ہیں۔ ٹی ایم سی کے راجیہ سبھا ممبر اور پرسار بھارتی کے سابق سی ای او جواہر سرکار کہتے ہیں کہ اس انتخابی کامیابی نے انھیں قومی قد کا لیڈر بنا دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وزیراعظم مودی نے مغربی بنگال کا آٹھ مرتبہ دورہ کیا جبکہ مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ نے ۲۱ بار دورہ کرکے اس انتخاب کو زندگی اور موت کا سوال بنالیا تھا۔ ممتا اس غیر معمولی کامیابی کو اپوزیشن کو متحد کرنے کے لیے استعمال کررہی ہیں جو بی جے پی کے اشارہ پر مرکزی جانچ ایجنسیوں کی چھاپے ماری سے خوف زدہ نظر آرہا ہے لیکن وہ ڈرنے والی نہیں ہیں۔

ایک دوسرے لیڈر بھی ایسی ہی بات کہتے ہیں کہ ممتا اپوزیشن کو تیزی سے متحد کرنے کی کوشش کررہی ہیں کیونکہ انھیں لگتا ہے کہ تاخیر کا فائدہ بی جے پی کو ہی حاصل ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم بیٹھ کر کانگریس کے زیادہ سرگرم ہونے کا انتظار نہیں کرسکتے۔ بڑا سوال یہ نہیں ہے کہ قیادت کون کررہا ہے، بڑا سوال بی جے پی سے لڑنے کے لیے ایک بینر کے نیچے ایک ساتھ جمع ہونے کا ہے۔

یہ بھی درست ہے کہ کئی لیڈروں کا کانگریس قیادت سے دل بھرچکا ہے جس سے ممتا کے لیے پہلی پوزیشن کا دعویٰ کرنے کے لیے میدان خالی ہے۔ کانگریس کے قدآور لیڈر اور گوا کے دوبار کے سابق وزیراعلیٰ لوئی زنہو فلیرو ٹی ایم سی میں شامل ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ ۲۹ر ستمبر کو ٹی ایم سی سپریمو سے ریاستی دفتر میں ملاقات کے بعد انھوں نے کہا کہ ممتا نے پہلے ہی ثابت کردیا ہے کہ وہ بی جے پی کو ہرا سکتی ہیں۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم ایک نئے قائد کو پروجیکٹ کریں جو ملک کو ایک نئی سمت دے سکتا ہے۔

مغربی بنگال کی کامیابی کی نفسیاتی اہمیت بہت بڑی ہے۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ٹی ایم سی کا قومی وجود صفر ہے اور ملک کے دوسرے حصوں میں اس کا کوئی ممبر اسمبلی نہیں ہے مگر بہت سے سیاسی مبصر پہلے سے ہی ٹی ایم سی کو علاقائی پارٹی سے کہیں زیادہ دیکھتے رہے ہیں جبکہ حالیہ جدوجہد نے پارٹی کو نئی بلندی دلائی ہے۔ اترپردیش میں وہ سماجوادی پارٹی کے ساتھ اتحاد کی کوشش بھی کررہی ہیں۔ بنگال میں بی جے پی کے قدآور لیڈر بابل سپریو اور کانگریس کی ششمیتا دیو نے بھی پارٹی پارٹی بدل لی ہے۔ اس طرح کے واقعات ممتا کو قومی لیڈر کے روپ میں تعاون دینے کا بڑا اشارہ دے رہے ہیں۔ ویسے بھی ابھی ان کا شروعاتی دور ہے۔ آنے والے دنوں میں زیادہ سے زیادہ دوسری پارٹیوں کے بڑے لیڈروں کو ٹی ایم سی میں شامل کرکے ممتا اپنے دعوے کو اور مضبوط کرنے کی کوشش کریں گی۔ پارلیمانی انتخابات سے پہلے وہ آئندہ دو سالوں میں دوسرے صوبوں کے اسمبلی انتخابات میں کچھ سیٹیں جیتنے کی کوشش کرکے دوسرے صوبوں میں بھی اپنی سیاسی شناخت بنانا چاہیں گی، خاص طور سے چھوٹی ریاستوں میں جہاں یہ آسان ہوسکتا ہے۔

ممتا نے ابھیشیک منوسنگھوی اور کپل سبل کے ذریعہ کانگریس کے جی ۲۳ لیڈروں سے بات چیت کے دروازے بھی کھلے رکھے ہیں جو الگ الگ معاملوں میں وکیل ہونے کی صورت میں ریاست اور ٹی ایم سی کی وکالت کرتے رہے ہیں۔ ممتا کی دوسرے اپوزیشن لیڈر بھی تعریف کررہے ہیں۔ منیش تیواری نے انھیں جھانسی کی رانی قرار دیا ہے، وہیں غلام نبی آزاد نے انھیں بنگال کی شیرنی سے تعبیر کیا ہے۔ سلمان خورشید نے مغربی بنگال اسمبلی انتخابات میں ان کی فتح کو راحت اور سکون قرار دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس سے ظاہر ہوگیا ہے کہ بی جے پی کو علاقائی طور پر چیلنج دینے کے لیے نئے سرے سے پالیسی تیار کرنے کی ضرورت ہے۔

سیاسی مبصرین کا خیال ہے کہ بی جے پی کو ٹکر دینے کے لیے ان کے ساتھ کانگریس سے الگ ہوئے گروپ کے شامل ہونے کے کافی امکانات ہیں۔ انھیں ایک اپوزیشن اتحاد کی قیادت کرنی چاہیے۔ یہ بحث بڑھتی جارہی ہے کہ ٹی ایم سی اگلے دو سالوں میں تریپورہ، گوا، میگھالیہ کے اسمبلی انتخابات میں کچھ سیٹیں جیتنے میں کامیاب ہوتی ہیں تو یہ آوازیں مزید تیز ہوجائیں گی۔ یشونت سنہا جیسے لیڈر جو اس سال مارچ میں ٹی ایم سی میں شامل ہوئے، مودی شاہ کی بی جے پی میں گزشتہ آٹھ سال سے حاشیہ پر تھے، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممتا کی پارٹی کے پاس ابھی تک ایک قومی تنظیم کی صورت میں انتخابی منظوری نہیں ہے مگر انھیں ممتا کی قائدانہ صلاحیت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ آخر وزیراعظم بننے سے مودی کو پہلے خزانہ اور خارجہ معاملات کا کون سا تجربہ تھا جبکہ ممتا نے کئی سالوں تک مرکزی حکومت میں مختلف عہدوں پر کام کیا ہے اور انھیں مرکزی حکومت کے کاموں کا کافی تجربہ ہے۔

مغربی بنگال کی وزیراعلیٰ کے طور پر ممتا کے تجربہ کا مطلب یہ بھی ہے کہ انھیں اس بات کا بخوبی اندازہ ہے کہ ملک کس طرح کی حکمرانی چاہتا ہے۔ ان کے پاس حکمرانی کا ایک ماڈل ہے، صوبہ کے عوام اس ماڈل سے متفق ہیں جس میں کنیاشری (لڑکیوں کی اعلیٰ تعلیم کیلئے وظائف)، کھادیہ ساتھی (سبسڈی والے چاول کا راشن)، سواستھ ساتھی (پانچ لاکھ روپے تک کا خاندانی صحت بیمہ)، لوکھیر (لکشمی) بھنڈار (گھریلو عورتوں کو نقد حوالگی)، طلباء کو دس لاکھ روپے کی کریڈٹ حد کے ساتھ طلبہ کریڈٹ کارڈ کے ذریعہ سافٹ لون، پنشن، بے روزگاری الاؤنس وغیرہ ایک مثال ہیں جن کا سہرا ممتا حکومت کے سرجاتا ہے۔

مغربی بنگال میں فلاحی اسکیموں کو استحکام دینے کے لیے ریاستی خزانے سے ہر سال تقریباً ۲۵۵ کروڑ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ ممتا کو ان کے سیاسی مخالفین صوبے کی مالی حالت کو لے کر لاپرواہ رہنما قرار دے رہے ہیں لیکن حکومت کا کہنا ہے کہ یہ اخراجات خود ہی خوشحالی کی ضمانت ہیں۔ جی ڈی پی میں اضافہ اطمینان بخش رہا ہے اور یہی فلاحی ریاست کی علامت ہے۔ پلوں، سڑکوں یا سرمایہ پر مبنی جائداد کی تعمیر سے ٹھیکیداروں کو فائدہ ہوتا ہے جبکہ ممتا کے ماڈل سے غریبوں کا بھلا ہوتا ہے۔ ایس بی آئی ریسرچ کے مطابق مغربی بنگال کی معیشت سال ۲۰۲۱ء میں ۵ء۱۳ لاکھ کروڑ سے بڑھ کر ۲۰۲۱ میں ۱ء۱۵ لاکھ کروڑ روپے کی ہوگئی ہے جبکہ اس پر ابھی بھی ۵ء۲۲ لاکھ کروڑ روپے کے قرض کا کافی دباؤ ہے۔ ان کے فلاحی ماڈل کی ایک اور بڑی خصوصیت بچولیوں کو ختم کرکے براہِ راست لوگوں تک فائدہ پہنچانا ہے جس کے تحت دوارے سرکار اور دوارے راشن جیسی اسکیموں کے ذریعہ راشن اور دوسرے فوائد کو عوام کے دروازے تک پہنچایا گیا ہے۔

سماجی سائنس اور پریذیڈنسی یونیورسٹی میں پروفیسر ایمرٹس پرشانت رے کہتے ہیں کہ یہ انتظامیہ کے نقطۂ نظر اور بچولیوں کو الگ کرنے کی انوکھی مثال ہے جسے اسمبلی انتخابات سے تین مہینہ پہلے ''ڈور ٹو ڈور'' لانچ کرکے ممتا نے اپنی انتظامیہ میں لوگوں کی پکڑ مضبوط بنالی تھی اور انتخابی عمل اور معاشرتی فلاحی اسکیموں میں عورتوں کی بڑی شمولیت نے صوبے میں بی جے پی کی قسمت پر تالا لگا دیا تھا۔

ایک اور طریقہ ہے جس میں ممتا مودی کی بی جے پی کا مضبوط اور الگ متبادل پیش کررہی ہیں۔ وہ ہے سماجواد، سیکولرزم اور جمہوری شناخت کے تئیں عہد کی عوامی حمایت، جیسا کہ دستور کے دیباچہ میں مذکور ہے۔ سرکار کہتے ہیں: ممتا شلوکوں کا پاٹھ کرسکتی ہیں، وہ قرآن اور گروگرنتھ صاحب سے بھی مثالیں دے سکتی ہیں اور آسانی سے اُردو اشعار بھی پڑھ سکتی ہیں جس نے واضح کردیا ہے کہ ان کا مذہب انسانیت ہے۔ وہ اپنے خاص حریف مودی جیسے تاناشاہ کے رویے والی بھی ہوسکتی ہیں لیکن انھوں نے ملک کی فلاح و ترقی کے لیے جو نظریہ پیش کیا ہے اور جسے مغربی بنگال میں گزشتہ دس سالوں سے آزمایا جارہا ہے وہ ایک ایسا لچیلا نظریہ ہے جو بہرصورت ملک کے عوام کی معاشی، سیاسی اور ثقافتی ترقی کا ضامن ہے اور یہ ہی وہ صورتحال ہے جو سیاسی مبصرین کے خیال میں ممتا بنرجی کو ایک قومی رہنما اور مستقبل کے وزیراعظم کی شکل میں پیش کرسکتی ہے۔

بہرحال اپوزیشن اتحاد وجود میں آتا ہے، کب آتا ہے، اس کی شکل کیا ہوگی اور اس اتحاد کا قائد کون ہوگا یہ سب مراحل ابھی پردۂ غیب میں ہیں تاہم اگر کوئی اتحاد قائم ہوتا ہے تو ممتا اپنی جہد مسلسل اور کامیاب سیاست کی وجہ سے اس کی صف اوّل میں جگہ بنانے میں بہرحال کامیاب ہوں گی، اب ان کی قسمت اور ان کی دانشمندی کا کرشمہ ہوگا کہ وہ قیادت کی کرسی تک پہنچ پانے میں کامیاب ہوجائیں۔ □□

حالانکہ اب تک خود ممتا بنرجی صاف طور پر متوقع اتحاد کی قیادت کی دعویداری سے پرہیز کررہی ہیں لیکن انہوں نے مغربی بنگال کو راستہ دِکھا کر امکانات کی طرف اشارہ کردیا ہے۔ سخت مقابلہ میں لڑے گئے اسمبلی انتخابات میں اپنی زبردست کامیابی کے فوراً بعد انہوں نے اعلان کیا تھا کہ بنگال نے بھارت کو بچالیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ان کی پارٹی کے بڑے رہنما برابر ممتا کے لیے قیادت کی دعویداری پیش کررہے ہیں۔ ٹی ایم سی کے راجیہ سبھا ممبر اور پرسار بھارتی کے سابق سی ای او جواہر سرکار کہتے ہیں کہ اس انتخابی کامیابی نے انہیں قومی قد کا لیڈر بنا دیا ہے۔

یہ بحث بڑھتی جارہی ہے کہ ٹی ایم سی اگلے دو سالوں میں تریپورہ، گوا، میگھالیہ کے اسمبلی انتخابات میں کچھ سیٹیں جیتنے میں کامیاب ہوتی ہیں تو یہ آوازیں مزید تیز ہوجائیں گی۔ یشونت سنہا جیسے لیڈر جو اس سال مارچ میں ٹی ایم سی میں شامل ہوئے، مودی شاہ کی بی جے پی میں گزشتہ آٹھ سال سے حاشیہ پر تھے، اس پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممتا کی پارٹی کے پاس ابھی تک ایک قومی تنظیم کی صورت میں انتخابی منظوری نہیں ہے مگر انہیں ممتا کی قائدانہ صلاحیت کے بارے میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

میزان

مفتی تنظیم عالم قاسمی

دنیا کے مال واسباب جلد ختم ہو جائیں گے

دنیا کے اسباب تعیش، مال و دولت اور سارے وسائل وقتی ہیں، بہت جلد یہ تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور انہیں چھوڑ کر ہر شخص آخرت کا سفر کرنے پر مجبور ہوگا جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے، وہاں موت نہیں آئے گی اور نہ وہاں کی نعمتوں اور راحتوں پر کبھی زوال آئے گا، اس لئے عقلمند انسان وہ ہے جو وہاں کے لئے جمع کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ نیکی جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے، ایک شخص جنت میں داخل ہونے کے باوجود وہ افسوس کرے گا کہ کاش! اور نیکیاں جمع کرتا تو درجات بلند ہوتے، وہ لوگ جو اوپر کے درجات پر ہیں وہ کتنے خوش قسمت ہیں کہ ان کا مقام بلند ہے اور اہل جنت کے درمیان ان کو امتیاز حاصل ہے۔ ایک شخص جنتی ہونے کے باوجود ان لمحات پر افسوس کرے گا جو اللہ کی یاد سے غفلت میں گذارا ہوگا، اسی طرح اس مال و دولت پر بھی افسوس کرے گا جو اس نے جمع کر رکھا ہوگا اور موت سے پہلے راہ خدا میں خرچ نہ کیا ہوگا۔ غرض نیکی اور اجر وثواب کی ذخیرہ اندوزی کی کمی پر روز محشر ایک مسلمان کو ملال اور افسوس ہوگا اور خواہش ہوگی کہ اور نیکی ہوتی تو آج مقام اور بلند ہوتا اور نہ ختم ہونے والی نعمتوں سے مزید بہرہ ور ہوتا۔ اس لئے ایک مسلمان کو چاہئے کہ دنیوی دولت اور اسباب تعیش جمع کرنے کے بجائے آخرت کی طرف توجہ دے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے جتنا زیادہ ہو سکے تیاری کرے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: ”دنیا ایسے شخص کا گھر ہے جس کے لئے آخرت میں کوئی گھر نہیں ہے اور دنیا اس شخص کا مال ہے جس کا آخرت میں کوئی مال نہیں ہے، اس کے لئے وہی مال و دولت جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں ہوتی ہے“. (مسند احمد: ۲۴۱۹)

آخرت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ دنیا کے مقابلے میں نیکی کے کام کی طرف دوڑ زیادہ ہو اور جو عمل بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کا ذریعہ ہو اس کو کر گذرے خواہ اس کے لئے مصائب اور کٹھن راستوں سے ہی کیوں نہ گذرنا پڑے لیکن آج معاشرہ پر اگر نظر ڈالیں تو معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے، دنیا کے حصول کے لئے اتنی دوڑ بھاگ اور محنت کی جاتی ہے جتنی آخرت لئے نہیں کی جاتی، فجر کے وقت اٹھنے میں نفس پر بوجھ محسوس ہوتا ہے نیند میں کمی ہو جاتی ہے اور اگر ٹھنڈی کا زمانہ ہو تو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اس لئے مساجد میں فجر کی نماز میں تعداد بہت کم ہو جاتی ہے، دیگر نمازوں کا بھی وقت پر ادا کرنا مشکل ہوتا ہے بالخصوص جب کہ کسی طرح کی مشغولیت ہوتی ہے اور کام میں انسان مصروف رہتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح گرمی اور دھوپ کے زمانے میں روزہ رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ایک آدمی روزے سے چھٹکارے کے لئے طرح طرح کے بہانے تلاش کرتا ہے، اگر تھوڑی بھی کوئی بیماری ہو جائے تو روزہ چھوڑ دیتا ہے اور اس پر کسی طرح کا غم بھی نہیں ہوتا کہ یہ کتنا بڑا خسارہ ہے اور اخروی اعتبار سے کتنا اس نے نقصان اٹھایا ہے۔ جب کسی موقع پر راہ خدا میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو معمولی رقم دینے کے لئے بھی ہزار بار سوچتا ہے اور بڑی مشکل سے کچھ رقم جیب سے نکالتا ہے۔ غرباء، مساکین،

> **آخرت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ دنیا کے مقابلے میں نیکی کے کام کی طرف دوڑ زیادہ ہو اور جو عمل بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا کا ذریعہ ہو اس کو کر گذرے خواہ اس کے لئے مصائب اور کٹھن راستوں سے ہی کیوں نہ گذرنا پڑے۔**

ضرورت مندوں اور بیکسوں کے تعاون کے لئے دل آمادہ نہیں ہوتا، خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں مال میں کمی نہ ہو جائے اور محنت سے کمائی ہوی دولت خرچ نہ ہونے پائے۔ اس طرح نیکی حاصل کرنے کی جتنی راہیں بھی ہوسکتی ہیں ان تمام میں ایک مسلمان پیچھے ہو جاتا ہے اور وہ پیش قدمی نہیں ہوتی جس کی ضرورت ہے، اس کے بجائے دنیا حاصل کرنے اور مال و دولت کے لئے ایک آدمی حد درجہ جتن کرتا ہے، خوب محنت کرتا ہے، گرمی دھوپ سب کچھ برداشت کرتا ہے، رات کی تاریکی، موسم سرما کی ٹھنڈک اور برسات کی بارش اس کے لئے رکاوٹ نہیں بنتی۔ رات کی پیاری نیند بھی قربان کر دیتا ہے اور اگر کہیں جانا ہو تو تعب وتھکن کا احساس نہیں ہوتا بلکہ ایک طرح کی لذت محسوس ہوتی ہے کیوں کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے مال آتے ہوئے دیکھتا ہے اور دنیا کی زیادتی سے اس کی روح کو تسکین ملتی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی دنیوی سرگرمیوں سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاید یہ ہمیشہ یہیں رہنے والا ہے اور اسے آخرت کی کوئی فکر نہیں ہے۔

رسول اکرمؐ نے اسی ذہنیت کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ دنیا کو ایسے ہی لوگ اپنا گھر اور ٹھکانا سمجھتے ہیں جن کے لئے آخرت میں کوئی گھر نہیں ہے۔ یہاں کے عیش وعشرت اور راحت میں وہی لوگ مست ہوتے ہیں جنہوں نے اس دنیا کو اپنا مستقل وطن سمجھ رکھا ہے لیکن وہ لوگ جن کو مرنے کے بعد کی زندگی پر یقین ہے وہ اس دنیا کو محض ایک عارضی زندگی سمجھتے ہیں اور مسافر کی طرح ہلکے پھلکے رہتے ہیں، ان کی پوری کوشش اور توجہ آخرت کے بنانے اور اس کی تیاری پر رہتی ہے۔ اسی طرح دنیوی مال واسباب کو گن گن کر وہی لوگ رکھتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ کرنے سے کتراتے ہیں جو آخرت کے مال اور اجر وثواب کی توقع نہیں رکھتے ہیں، ایسے افراد دنیا کے حصول کے لئے آخرت کو برباد کر دیتے ہیں بلکہ چند کوڑیوں کے لئے اپنا ایمان بھی بیچ ڈالتے ہیں۔ عقل و دانش کا تقاضا ہے کہ دنیا کے بجائے آخرت کے لئے جمع کیا جائے اور وہاں کے لئے تیاری کی جائے کیوں کہ وہ دائمی اور ابدی زندگی ہے۔ یہاں تو کسی طرح زندگی گذر جائے گی یہ عارضی ہے موت پر یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ آخرت اور روز محشر حساب وکتاب پر یقین ہونے کے باوجود اگر کوئی شخص دنیوی اسباب ووسائل جمع کرنے اور یہاں کی پرتعیش زندگی گذارنے میں لگا دیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ عقل سے کام نہیں لے رہا ہے اور بہت نقصان کا سودا کر رہا ہے۔ آج این آر سی میں نام نہ آنے کے خوف سے کاغذات درست کرنے کے لئے رات سے ہی لائن میں کھڑا ہو جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ کسی طرح نام آ جائے، حد درجہ لوگ پریشان ہیں لیکن کبھی یہ بھی تو سوچئے کہ قیامت کے دن اگر جنتیوں کی لسٹ میں نام نہیں آیا تو کیا ہوگا، یہاں کی زندگی چند روزہ ہے جب اس کے لئے اتنی فکر ہے تو آخرت کی فکر کس قدر ہونی چاہئے، کیا تہجد کے لئے اٹھنا اور وٹھے ہوے رب کو راضی کرنے کے لئے کچھ دیر کھڑا ہونا ہمیں پسند ہے؟ حالانکہ یہی دنیا وآخرت کے تمام مسائل سے نجات اور کامیابی کا راز ہے۔ ❑❑

گوشہ روزگار

اس طرح کریں آن لائن انٹرویو کی تیاری

گھر سے کام کرنا ہماری زندگیوں کو آسان بنا سکتا ہے لیکن نوکری کے انٹرویو کلیئر کرنے میں مشکلات کم نہیں ہوئیں بلکہ آن لائن موڈ میں درپیش مشکلات نے اسے اور بھی مشکل بنا دیا ہے۔ آن لائن انٹرویو دیتے وقت اگر گھر کی لائٹ چلی جائے، انٹرنیٹ، رابطہ ختم ہو جائے یا گھر میں اچانک شور مچ جائے تو انٹرویو دینے والی کی گھبراہٹ اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ ایسی صورتحال سے کیسے نکلیں یا انٹرویو کو خراب کرنے سے کیسے بچیں تو اس رپورٹ میں پڑھیں کہ آن ائن ویڈیو انٹرویو دیتے وقت کن چیزوں کو دھیان میں رکھنا چاہیے اور اپنے آپ کو کیسے تیار کرنا ہے۔

کیریئر کونسلر جتن چاؤلہ کا کہنا ہے کہ کورونا کے دور میں لاکھوں لوگوں نے نہ صرف گھر سے کام کیا بلکہ ملازمتیں بھی تبدیل کیں۔ اگرچہ لوگ گھروں سے باہر نہیں نکلے لیکن آن لائن انٹرویوز کا عمل جاری رہا۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ ویڈیو کے ذریعے رابطہ قائم کرنے سے آجر ملازم کی تمام سرگرمیاں دیکھ سکتا ہے اور اس کے مطابق نشان لگا سکتا ہے لیکن اس میں ملازم کو بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔ اس طرح آپ اپنے آپ کو آن لائن انٹرویو کے لیے تیار کر سکتے ہیں۔

(۱) جسمانی سیٹ اپ: مقررہ وقت سے دس منٹ پہلے انٹرویو کے لنک میں شامل ہوں۔ اس سے آپ کو الرٹ ملتا ہے، اسی طرح اگر آپ کو رابطے میں کوئی مسئلہ درپیش ہو تو آپ اسے بروقت ٹھیک کر سکتے ہیں۔ آن لائن انٹرویو سے پہلے اپنا پس منظر اچھا رکھیں۔ کچھ کتابیں، پوسٹر، اچھے کوٹس وغیرہ اپنے اردگرد رکھیں۔ اگر یہ دستیاب نہیں ہے تو پھر ورچوئل بیک گراونڈ استعمال کریں۔ انٹرویو سے پہلے ویڈیو اور آڈیو دونوں کو چیک کریں۔ آپ اچھے آڈیو کے لیے ہیڈفون یا مائک استعمال کر سکتے ہیں۔ لیپ ٹاپ کی اسکرین سے ڈیڑھ سے دو فٹ کا فاصلہ رکھیں۔ اس سے آپ کا چہرہ آجر کو مناسب طریقے سے دِکھائی دے گا۔ روشنی کا خاص خیال رکھیں، اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ کمرے میں جہاں بھی بیٹھیں وہاں زیادہ روشنی ہونی چاہیے تاکہ آپ کا چہرہ صاف نظر آ سکے۔ کمرے میں امن رہے، اردگرد کم شور بہتر ہے۔ اگر کوئی آپ کے ساتھ گھر میں رہتا ہے تو آپ کسی بھی ایمرجنسی جیسے الائٹ بیک اَپ یا انٹرنیٹ رابطہ کے مسئلہ میں ان کی مدد لے سکتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو دو گجیٹ اپنے ساتھ رکھیں۔ ایک جن کے ساتھ آپ انٹرویو دے رہے ہیں اور دوسرا جن سے آپ کسی بھی پریشانی کی صورت میں رابطہ کر سکتے ہیں۔

(۲) نفسیاتی سیٹ اَپ: اگر انٹرویو کے بیچ میں روشنی گل ہو جائے تو گھبرائیں نہیں بلکہ اپنے آپ کو پرسکون رکھیں اور ایچ آر سے رابطہ کریں اور انھیں مسئلہ بتائیں۔ بالکل گھبرائیں نہیں۔ آف لائن اور آن لائن انٹرویو کے درمیان ایک بڑا فرق یہ ہے کہ آف لائن انٹرویو میں (باقی صـ۱۴ـ پر)

دریچے

م-س-ج-

اب عام کمپیوٹر پر پورے انسانی جینوم کی پروسیسنگ منٹوں میں ممکن

انسانی جینوم کو پڑھنے اور پروسیسنگ میں بہت وقت لگتا ہے لیکن اب ایک انقلابی ٹیکنالوجی کی بدولت عام پرسنل کمپیوٹر پر صرف چند منٹوں میں انسانی جینوم کی پروسیسنگ کا پورا عمل انجام دیا جاسکتا ہے۔ میساچیوسیٹس انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی (ایم آئی ٹی) اور فرانس کے پاسچر انسٹی ٹیوٹ نے انسان سمیت تمام مخلوقات کے مکمل جینوم کو پڑھنے اور تشکیل دینے کی نئی ٹیکنالوجی وضع کی ہے۔ اس میں روایتی طریقوں کے مقابلے ییں صرف بیس فیصد وسائل استعمال ہوتے ہیں لیکن جینوم پڑھنے کا کام سو گنا تیز رفتار سے ہوتا ہے۔ اس کی تمام تفصیلات سیل نامی جرنل میں ۱۴ر ستمبر کو شائع ہوئی ہے۔ اس طرح ایک جدید لیپ ٹاپ پر پورا جینوم اور میٹا جینوم معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اس کی بدولت معدے کے خردنامیوں اور اس سے وابستہ بیماریوں کی فوری طور پر جینیاتی وجوہ معلوم کی جاسکتی ہیں، یہ باتیں پروفیسر بونی برجر نے کہیں جو ایم آئی ٹی میں مصنوعی ذہانت کی تجربہ گاہ سے وابستہ ہیں۔ واضح رہے کہ ۲۰۰۳ء میں جب پہلا انسانی جینوم پڑھا گیا تھا تو اس میں دس برس لگے تھے اور دو ارب ستر کروڑ ڈالر کی خطیر رقم خرچ ہوئی تھی۔ اب ایم آئی ٹی اور پاسچر کے ماہرین نے پھل مکھی یعنی ڈروزوفیلا کے جینوم کو پڑھا اور دوسری جانب پہلے سے موجود انسانی جینوم کے پورے ڈیٹا کو پروسیس کیا۔ انھوں نے ایم ڈی بی جی سافٹ ویئر پر کام کیا تو روایتی طریقوں سے ۳۳ گنا کم وقت خرچ ہوا اور میموری بھی آٹھ گنا کم خرچ ہوئی۔ اب انھوں نے اپنا تیار کردہ سافٹ ویر آزمایا جس میں ۶۶۱۴۰۶ بیکٹیریا کے جینوم پڑھے گئے جس کا ڈیٹا بہت ہی بڑا تھا۔ اس ٹیکنالوجی سے پورا ڈیٹا تیرہ پوائنٹ میں سرچ کرلیا گیا جبکہ روایتی طریقوں سے اس میں سات گھنٹے کا وقت لگ سکتا تھا۔ اس میں غلطی کا احتمال ایک فیصد تک سامنے آیا۔

ای پاسپورٹ کیا ہے؟ جانئے اس کا استعمال اور فائدے

کسی بھی ایک ملک سے دوسرے ملک جانے کے لیے ویزا درکار ہوتا ہے جو کہ اپنے ملک کے پاسپورٹ ہونے کی بنا پر ہی لگتا ہے لیکن جیسے جیسے دنیا ترقی کرتی جارہی ہے، ٹیکنالوجی کو ہر کام آسان بنانے کے لیے استعمال کیا جارہا ہے جس کی سب سے بہترین مثال شہریوں کو ای پاسپورٹ کا اجراء ہے۔ اس سہولت سے مسافر بغیر کسی روک ٹوک کے امیگریشن گیٹ سے گزر سکتے ہیں جبکہ مسافروں کو کسی لمبی لائن اور ایئرپورٹ پر ہونے والی دیگر مشکلات کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ ای پاسپورٹ کو ایئرپورٹ پر لگے ای گیٹ کے ذریعے اسکین کیا جائے گا جس سے ای پاسپورٹ میں موجود چپ کے ذریعے آپ کی تمام معلومات فوراً سامنے آجائے گی۔ بعدازاں مسافر کو اگلے گیٹ کی طرف جانا ہوگا جہاں اسے اپنی فنگر پرنٹس اور کیمرے کے سامنے کھڑے ہوکر اپنی شناخت کی تصدیق کروانی ہوگی۔ ای پاسپورٹ بارڈر سیکورٹی ایجنسیز کو اس قابل بناتا ہے کہ کسی بھی مسافر کا ڈیٹا اس کے پاسپورٹ پر لگی مائیکروچپ کے ذریعے فوری طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ جعلی پاسپورٹ کا تصور بھی ختم ہو جائے گا۔

نقل کرنے کا ھائی ٹیک طریقہ

ریاست راجستھان میں پولیس نے سرکاری ٹیچرز بھرتی کے لیے ہونے والے امتحان میں نقل کرانے والے گروہ کو بے نقاب کردیا۔ رپورٹ کے مطابق راجستھان پولیس نے ریاست بھر میں چھاپے مار کر اس گروہ کے ۴۰ کارندوں کو گرفتار کیا جو نقل کے لیے چپلوں میں کالنگ آلات (مائیکرو چپ) نصب کرتے تھے۔ بیکانیر شہر میں ایک خاتون سمیت گروہ کے پانچ کارندوں کو پکڑا گیا جو امتحان دینے والے امیدواروں کی چپلوں میں بلیوٹوتھ ڈیوائس لگاتے تھے اور ایک چپلوں کا جوڑا چھ لاکھ روپے میں فروخت کرتے تھے۔ چپلوں کے سول میں ایک ننھی سی بیٹری اور ایک سم کارڈ چھپایا جاتا تھا جبکہ امیدوار کے کان میں ننھا سا مائیکروفون لگایا جاتا تھا جس کے ذریعے وہ سوالات کے جوابات سن کر پرچہ حل کرلیتے۔ پولیس کے مطابق ملزمان میں ایک معطل سب انسپکٹر بھی شامل ہے جو فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا اور اس کی گرفتاری کے لیے چھاپے مارے جارہے ہیں۔ گرفتار ملزمان سے بلیوٹوتھ ڈیوائس اور سم کارڈ برآمد کیے گئے ہیں۔ اس نیٹ ورک کا ماسٹر مائیڈ ایک کوچنگ سینٹر کا مالک تلسی رام بتایا جاتا ہے جو اس سے پہلے بھی نقل کے الزامات میں گرفتار ہوا ہے۔ اسی کیس میں جب پولیس نے ایک جوڑے کو نقل کے الزام میں گرفتار کیا تو پتہ چلا کہ اس جوڑے نے اپنی اپلی کیشن میں یکساں نام، والدین کے نام، یہاں تک کہ تاریخ پیدائش بھی یکساں لکھی تھی۔ اسی طرح اپنی بیوی کو چیٹنگ کرانے کے الزام میں دو پولیس کانسٹبلوں کو بھی معطل کیا گیا۔

ایک ہاتھ سے ایک وقت میں متعدد خاکے بنانے والا آرٹسٹ

سوشل میڈیا پر اس وقت ایڈورڈ نامی ایک آرٹسٹ کی مشہور فلم 'ہیری پوٹر' کے چار کرداروں کا ایک ساتھ خاکہ بناتے ہوئے ویڈیو وائرل ہے۔ اس ویڈیو نے انٹرنیٹ صارفین کو کافی حیران کردیا ہے۔ عموماً آرٹسٹ ایک وقت میں ایک ہی پینٹنگ یا ایک ہی خاکے پر کام کرتے ہیں مگر اس وقت سوشل میڈیا پر ایک منفرد اور انوکھے انداز سے خاکے بنانے والے آرٹسٹ کی ویڈیو وائرل ہے۔ ایڈورڈ نامی اس آرٹسٹ کے سوشل میڈیا اکاؤنٹ انسٹاگرام پر ایسی متعدد ویڈیوز موجود ہیں جن میں اسے ایک ہاتھ میں ایک لکڑی پکڑے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے جبکہ اس لکڑی پر تین سے چار پنسلیں بندھی ہوئی ہیں۔ سوشل میڈیا پر وائرل ہوتا یہ آرٹسٹ ایک وقت میں متعدد خاکے بناتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ ایڈورڈ کی وائرل ہوتی اس نئی ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ آرٹسٹ ایک ہی وقت میں مشہور فکشن فلم ہیری پوٹر کے چار مرکزی کرداروں کے خاکے بنارہا ہے۔

خاتون نے حملہ کرنے والے چیتے کو مار بھگایا، ویڈیو وائرل

بھارت میں ایک بہادر خاتون نے حملہ آور چیتے کو سہارے کے لیے استعمال ہونے والی چھڑی سے مار مار کر بھاگنے پر مجبور کردیا اور اپنی جان بچالی جبکہ واقعے کی ویڈیو دیکھتے ہی دیکھتے سوشل میڈیا پر وائرل ہوگئی۔ بھارتی میڈیا کے مطابق مہاراشٹر میں ۵۵ سالہ خاتون بالکونی میں بیٹھی ہوئی تھی اور قریب ہی چہل قدمی کے لیے استعمال ہونے والی چھڑی بھی رکھی ہوئی ہے۔ ایسے میں عقب سے ایک خونخوار چیتا نمودار ہوتا ہے۔ سبک رو اور آدم خور چیتا تیزی سے خاتون پر حملہ آور ہوتا ہے تاہم خاتون نے گرتے گرتے اپنی چھڑی اُٹھالی اور گرنے کے بعد بھی چیتے پر وار کرتی رہی جس کے باعث چیتا بھاگنے پر مجبور ہوجاتا ہے۔ ویڈیو میں دیکھا جاسکتا ہے کہ چیتے کے بھاگ جانے کے بعد اہل خانہ بھی خاتون کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ خاتون کو چہرے، گردن، بازو اور کمر پر چیتے کے ناخن لگنے سے گہرے زخم آئے ہیں تاہم ان کی حالت خطرے سے باہر ہے۔

مجھے نہیں لگتا کہ کسان تحریک کسی حل کی طرف بڑھ رہی ہے

اٹل جی کی حکومت میں مشورہ سے ہی نکلتا تھا نیا راستہ
زراعتی لاگت اور قیمت طے کرنے والی کمیٹی کو قانونی درجہ دیا جائے

باجپئی حکومت کے وزیر زراعت جناب سوم پال شاستری کا ایک انٹرویو

سوم پال شاستری اٹل بہاری باجپئی کی حکومت میں وزیر زراعت تھے۔ راشٹریہ کسان آیوگ کے صدر بھی رہ چکے ہیں۔ مغربی یوپی کے اعلیٰ جاٹ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۹۸ء کے لوک سبھا انتخابات میں چودھری اجیت سنگھ جیسے مضبوط شخصیت کو شکست دے کر لوک سبھا پہنچے تھے۔ حالانکہ وہ اب بی جے پی میں نہیں ہیں لیکن جب زرعی قوانین کے بارے میں کسانوں نے تحریک کی راہ اختیار کی تو مرکزی وزیر زراعت نریندر تومر نے سب سے پہلے سوم پال شاستری سے ملاقات کی تھی۔ سومپال شاستری سے بات چیت کر کے معلوم کرنا چاہا کہ زرعی قوانین کو لے کر کیے جارہے کسان تحریک کے حل کا راستہ کیا ہوسکتا ہے اور سیاست پر یہ تحریک کیسے اثر ڈال رہی ہے۔ پیش ہیں خاص حصے۔

س: زرعی قوانین کی واپسی کی مانگ پر کسان تنظیموں اور حکومت کے درمیان پہلے سے جمود بنا ہوا ہے۔ اب لکھیم پور کے واقعہ سے موجودہ تحریک کو کس طرف جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں؟

ج: مجھے نہیں لگتا ہے کہ یہ تحریک کسی حل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو حکومت کا ضدی پن رویہ ہے۔ دوسرا حکومت اور کسانوں میں اعتماد کا فقدان ہے۔ اس کی زمین ۲۰۱۴ء کے انتخابی مہم سے شروع ہوتی ہے جب بی جے پی نے کسانوں

> ابھی تک ان ۲۲/اجناس کی ہی سپورٹ قیمت کا اعلان ہوتا ہے، جو ذخیرہ کرنے کے لائق ہیں، لیکن ان کی حصہ داری زراعت کی گھریلو پیداوار میں محض ۳۰ فیصد ہے۔ ۷۰ فیصد خراب ہونے والی اجناس ہوتی ہیں جیسے پھل، دودھ، سبزی، پولیٹری جن کی قیمت سب سے زیادہ اونچے نیچے ہوتی ہیں۔ ان کیلئے بھی سپورٹ قیمت طے ہونی چاہیے۔

کے حق میں کئی بڑے وعدے کیے تھے جس میں ایک تھا سوامی ناتھن آیوگ کی سفارش جس کو لاگو کیا جائے گا۔ انتخابات میں اس کا فائدہ بھی بی جے پی کو ملا، لیکن حکومت ملنے پر سپریم کورٹ میں حلف نامہ داخل کر کے کہا کہ موجودہ معاشی حالات میں ایسا کر پانا ممکن نہیں ہے۔ جب ۲۰۱۹ء کا انتخابات نزدیک آیا تو انھوں نے اعلان کر دیا کہ سوامی ناتھن کمیٹی کی سفارشات کو نافذ کر دیا ہے۔ کھیل یہ کھیلا گیا کہ سوامی ناتھن نے سی-۲ سطح کی لاگت میں پچاس فیصد جوڑنے کی بات کہی ہے۔ حکومت نے ایک پائیدان نیچے A-2FL جوڑا۔ ۲۰۱۶ء میں ایک اور اعلان کیا کہ ۲۰۲۲ء تک کسانوں کی آمدنی کو دوگنا کر دیا جائے گا لیکن سرکاری اعداد بتاتے ہیں کہ کسانوں کی حقیقی آمدنی ۲۰۱۳ء کے مقابلہ میں ۲۰۲۰ء میں ۳۵ سے ۴۲ فیصد کم ہوئی ہے۔

س: موجودہ تنازعہ نئے زرعی قوانین کے بارے میں ہے۔ کسان تنظیمیں قانون کی واپسی چاہتی ہیں۔ سرکار کا کہنا ہے کہ قانون کے جن نکات پر اعتراض ہو، وہ بتاؤ ہم دور کرنے کے لیے تیار ہیں۔ یہ انجماد کیسے دور ہوسکتا ہے؟

ج: میں اٹل جی سرکار میں وزیر رہ چکا ہوں۔ کیبنٹ کی میٹنگ میں یہ ضروری نہیں ہوتا تھا کہ جو بات اٹل جی کو پسند ہو وہی بولی جائے یا کوئی تبادلہ خیال ہی نہ ہو۔ بہت ساری مثالیں ہیں کہ وزارتی سطح کی میٹنگ میں اٹل جی کی رائے کچھ اور ہوتی تھی وزیروں کی اور، لیکن کھل کر مشورہ ہوتا تھا اور اس مشورہ سے ہی نیا راستہ نکلتا تھا۔ اپنی رائے کچھ اور ہونے کے باوجود اٹل جی صحیح رائے کو منظور کرتے تھے۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ آپسی تبادلہ خیال اور مشاورت کی روایت مفقود ہوگئی ہے۔ ایسی صورت میں کوئی راستہ کیسے نکلے گا۔

س: جب کسان تحریک شروع ہوئی تھی تو مرکزی وزیر زراعت نریندر سنگھ تومر نے آپ سے ملاقات کی تھی، آپ نے انھیں کیا مشورہ دیا؟

ج: میں نے ان سے کوئی رازداری کی بات نہیں کی تھی۔ میں نے عام اسٹیج سے جو کہتا آرہا ہوں، وہی ان سے بھی کہا تھا۔ پہلی بات یہ کہ جب کسانوں کو یہ قانون اپنے فائدے میں نہیں لگ رہے ہیں تو زبردستی کیوں؟ دوسری بات جن اجناس کی سپورٹ قیمت حکومت اعلان کرتی ہے وہ قیمت انھیں دلوانا بھی یقینی بنائے۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ ابھی تک ان ۲۲/اجناس کی ہی سپورٹ قیمت کا اعلان ہوتا ہے، جو ذخیرہ کرنے کے لائق ہیں، لیکن ان کی حصہ داری زراعت کی گھریلو پیداوار میں محض ۳۰ فیصد ہے۔ ۷۰ فیصد خراب ہونے والی اجناس ہوتی ہیں۔ جیسے پھل، دودھ، سبزی، پولیٹری جن کی قیمتیں سب سے زیادہ اونچے نیچے ہوتی ہیں۔ ان کے لیے بھی سپورٹ قیمت طے ہونی چاہیے۔ زراعتی لاگت اور قیمت طے کرنے والی کمیٹی کو قانونی درجہ دیا جائے تاکہ اس کی سفارشیں سرکار پر لازم ہوں۔

س: سرکار کا کہنا ہے کہ زرعی قوانین کو لیکر جو مخالفت ہے وہ کسانوں کا نہیں ہے صرف کچھ لیڈروں کا ہے، کیا اس مسئلہ پر سیاست ہورہی ہے؟

ج: یہ بات کہنا غلط ہے کہ آندولن میں کسان نہیں ہیں۔ اگر کسان نہیں شامل ہوتا تو یہ تحریک اتنی طویل چل ہی نہیں سکتی تھی۔ اب رہی بات سیاست کی تو اس موضوع پر سیاست کس نے شروع کی؟ ابتداء تو حکومت وقت نے ہی کی، قانون نافذ کرنے کے لیے پارلیمنٹ کا انتظار بھی نہیں کیا گیا۔ ناموافق حالات بتاتے ہوئے آرڈی نینس لایا گیا اور کسان اگر سیاست کر بھی رہے ہیں تو اس میں غلط کیا ہے۔ حکومت کی پالیسی کی مخالفت کوئی گناہ تو نہیں ہے۔

س: جن تین زرعی قوانین پر اتنا تنازعہ ہے ان کے تعلق سے آپ کا کیا نظریہ ہے؟

ج: ۱۹۹۰ء میں جو بھانو پرتاپ کمیٹی بنی، وہ میرے ہی ایماء پر بنی تھی۔ اس نے یہ تینوں سفارشیں کی تھیں لیکن ان کے ساتھ تین شرطیں لگی ہوئی تھیں:

> یہ بات کہنا غلط ہے کہ آندولن میں کسان نہیں ہیں۔ اگر کسان نہیں شامل ہوتا تو یہ تحریک اتنی طویل چل ہی نہیں سکتی تھی۔ اب رہی بات سیاست کی تو اس موضوع پر سیاست کس نے شروع کی؟ ابتداء تو حکومت وقت نے ہی کی، قانون نافذ کرنے کے لیے پارلیمنٹ کا انتظار بھی نہیں کیا گیا۔ ناموافق حالات بتاتے ہوئے آرڈی نینس لایا گیا۔

پہلی: ایم آر پی کو قانونی حق دیا جائے۔

دوسری: ایم آر پی سبھی اجناس اور تمام کسانوں کے لیے ہوں۔

تیسری: زراعتی لاگت اور قیمت کمیشن کو دستوری درجہ دیا جائے، اگر سرکار یہ باتیں تسلیم کرلیتی ہیں تو قانون رہے یا نہ رہے اس کا کوئی اثر پڑنے والا نہیں ہے۔ □□

ھوا کے دوش پر

شکر کے دانے جتنا مائیکروفلائرڈرون بنالیا گیا

امریکہ کی نارتھ ویسٹرن یونیورسٹی کے انجینئروں نے دنیا کا سب سے مختصر ڈرون ایجاد کرلیا ہے جو شکر کے دانے جتنا چھوٹا ہے اور ہوا کے زور سے اُڑ سکتا ہے۔ مائیکروفلائر نامی اس ڈرون کی جسامت ایک ملی میٹر سے بھی کم ہے جبکہ اس کی تین پنکھڑیاں اسے اُڑنے میں مدد دیتی ہیں۔ اس کے درمیانی حصے میں مائیکروچپ سمیت وہ تمام آلات ہیں جو اسے توانائی ذخیرہ کرنے، اردگرد کے ماحول کے بارے میں جاننے اور ان معلومات کو نشر کرنے تک میں مدد دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس مائیکروفلائر ڈرون کی ننھی منی پنکھڑیاں گھمانے کے لیے کوئی موٹر نہیں ہوتی بلکہ یہ ہوا کے دوش پر دور دور تک بکھر جانے والے بیجوں کی طرح ہوا میں اُڑتا پھرتا ہے۔ یہ ٹیکنالوجی عام استعمال کے آلات سے لے کر طبّی تشخیص اور ماحول پر نظر رکھنے تک متعدد مقاصد میں ہمارے کام آسکے گی۔ مائیکروفلائر بنانے والے انجینئروں کا کہنا ہے کہ اتنی مختصر جسامت والے ڈرونز کو استعمال کے بعد دوبارہ جمع کرنا انتہائی مشکل کام ہے، لہٰذا مائیکروفلائرز کی تیاری میں ایسے مادّے استعمال کیے گئے ہیں جو قدرتی ماحول میں کچھ روز بعد خود ہی تحلیل ہوکر بے ضرر مادّوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ رپورٹ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مائیکروفلائرز ابھی تجرباتی طور پر بنایا گیا ہے جسے مستقبل میں محض ماحولیاتی یا طبّی مقاصد کے لحاظ سے بڑے پیمانے پر تیار کیا جاسکے گا۔ مثلاً ماحولیاتی تحقیق کے لیے مائیکروفلائرز کی بڑی تعداد کسی طیارے یا ڈرون میں بھر کر بہت اونچائی پر پہنچائی جائے گی اور وہیں سے ہوا میں چھوڑ دی جائے گی۔ یہ مائیکروفلائرز ہوا کے ساتھ دور دور تک پھیل جائیں گے۔ اسی دوران وہ مطلوبہ مشاہدات کر کے اعداد و شمار جمع کریں گے جنھیں وہ فوری طور پر قریبی ریسیور/ ڈیٹا کلیکشن یونٹ تک نشر کردیں گے۔

کیرالا کی فاطمہ نے چودہ ماہ میں قرآن کی خطاطی مکمل کرلی

میری دلی خواہش تھی کہ میں اپنی سب سے پسندیدہ کتاب یعنی قرآن کی خطاطی کروں اور جتنی جلد ہوسکے اس کام کو انجام دوں۔ گزشتہ برس میں نے قرآن کے ایک پارے کی خطاطی کی اور اپنے گھر والوں اور دوستوں کو دِکھایا اور ساتھ یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ میں پورے قرآن کی خطاطی کرنا چاہتی ہوں۔ میرے والدین کو یہ سن کر خوشی تو بہت ہوئی لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی کہا کہ سوچ لو، محنت بہت کرنی ہوگی۔ یہ کہنا ہے بے حد کم گو، شرمیلی اور بیڈمنٹن کی فین فاطمہ صہبا کا جنھوں نے کیلی گرافی یعنی خطاطی کے اپنے شوق کو جنون میں تبدیل کیا اور ایک سال دو ماہ کے اندر قرآن کی خطاطی کر کے نہ صرف اپنے خاندان والوں بلکہ متعدد انجان لوگوں کا بھی دل جیت لیا ہے۔

جنوبی ہند کی ریاست کیرالا کے شہر کنور سے تعلق رکھنے والی ۱۹ سالہ فاطمہ کو بچپن سے خطاطی کا شوق تھا اور وہ کبھی کبھی قرآن کی آیات کی خطاطی کر کے اپنے والدین کو دِکھاتی تھی، وہ بہت خوش ہوجاتے تھے۔ فاطمہ نویں جماعت میں تھیں جب انھوں نے دیگر آرٹ کے ساتھ اپنی خطاطی کی صلاحیت کو بہتر کرنا شروع کیا۔ اس وقت فاطمہ اپنے خاندان کے ساتھ عمان میں رہائش پذیر تھی اور اسکول سے آنے کے بعد اکثر خطاطی کرتی تھی۔ فاطمہ کا کہنا ہے کہ انھیں قرآن بہت خوبصورت لگتا ہے اور اس کی خواہش تھی کہ وہ ایک دن پورے قرآن کی خطاطی کرے۔ وہ بتاتی ہے کہ ابتدا میں میں نے ایک دو سورتوں کی خطاطی کرنا شروع کی۔ میرے امی ابو نے ہمیشہ کی طرح میری بہت حوصلہ افزائی کی۔ میں کبھی کبھی بعض آیات کی خطاطی کرتی تھی اور ان کو فریم کرواتی تھی تو مجھے میرے رشتہ داروں اور دوستوں نے آرڈر دینا شروع کردیئے۔ اس سے مجھے یہ احساس ہوا کہ میرے ہاتھ میں صفائی ہے اور میں اس کو جاری رکھوں۔ دسویں جماعت مکمل کرنے کے بعد فاطمہ اپنے والدین اور دونوں چھوٹے بھائی بہنوں کے ساتھ واپس انڈیا آگئی تھی اور اس کے والد نے اپنے کنور ضلع کے کوڈاپارمبا شہر میں رہنے کا فیصلہ کیا۔ اسکول کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فاطمہ آرٹ کے شعبے میں کچھ کرنا چاہتی تھی اس لیے اس نے انٹیریئر ڈیزائننگ کا کورس کرنے کا فیصلہ کیا۔ فاطمہ اب اپنے ضلع کنور کے مقامی کالج میں زیر تعلیم ہے اور وہاں سے انٹیریئر ڈیزائننگ کا کورس کررہی ہے۔ فاطمہ کا کہنا ہے کہ ہر ایک شخص کو اگر موقع ملے تو اپنی پسند کے پروفیشن کا انتخاب کرنا چاہیے اور اس کے لیے محنت کرنی چاہیے۔ پورے قرآن کی خطاطی شروع کرنے سے پہلے فاطمہ کے والدین نے ایک اسلامی تعلیم دینے والے استاد سے رجوع کیا اور معلوم کیا کہ فاطمہ قرآن کی خطاطی کرسکتی ہے یا نہیں۔ فاطمہ بتاتی ہے کہ ان کی اجازت کے بعد میں نے اس کام کا آغاز کیا۔ میں نے گزشتہ برس جولائی میں یہ کام شروع کیا تھا اور اس برس ستمبر میں مکمل کیا ہے۔ مجھے یہ فکر تھی کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہوجائے تو میری امی میرے ساتھ بیٹھتی تھیں اور میرے کام پر نظر رکھتی تھیں۔ میں پہلے پنسل سے خطاطی کرتی تھی اور اس کے بعد جب ایک بار پورا صفحہ بغیر کسی غلطی کے لکھ لیتی تھی تو پھر اس کو پین سے لکھتی تھی۔ کبھی کبھی غلطیاں بھی ہوتی تھیں لیکن میں ان میں اصلاح کرلیتی تھی۔ بعض اوقات میں خطاطی کررہی ہوتی اور غلطی ہوجاتی تھی، مجھے پتہ نہیں چلتا تھا تو میری امی مجھے اسے صحیح کرنے کا کہہ دیتی تھیں۔ فاطمہ کی والدہ نادیہ رؤف کا کہنا ہے کہ صرف اللہ کی مدد سے فاطمہ نے یہ کام مکمل کیا۔ مجھے اپنی بیٹی پر بہت فخر ہے۔ فاطمہ بہت محنتی ہے، وہ جو بھی کام کرتی ہے اسے پوری محنت اور لگن سے انجام دیتی ہے۔ فاطمہ کے والد عبدالرؤف کا کہنا ہے کہ مجھے فاطمہ پر بہت فخر ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اللہ نے مجھے اتنی نیک اور دین و ایمان سے محبت کرنے والی بیٹی دی ہے۔ فاطمہ کا کہنا ہے کہ وہ ہمیشہ خطاطی کرتی رہے گی کیونکہ یہ ایسا کام ہے جسے کرتے ہوئے وہ اپنے آس پاس جو ہورہا ہوتا ہے اسے بھول جاتی ہے۔

ٹک ٹاک کا مقبول ترین اداکار جو ایک لفظ نہیں بولتا

کورونا وائرس کی وجہ سے نوکری کھو دینے والے خبانہ خیبی لیمے نے جب ٹک ٹاپر ویڈیو بنانا شروع کی تو انھیں یقین نہیں تھا کہ وہ پوری دنیا میں مشہور ہوجائیں گے۔ اب ٹک ٹاک پر ان کے گیارہ کروڑ سے زائد فین ہیں اور ان کی ویڈیوز پونے دو ارب مرتبہ دیکھی گئی ہیں۔ اس طرح خبانہ لیمے دوسرے مقبول ترین ٹاک ٹاکر ہیں جو اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ اٹلی کے علاقے شیواز و میں رہتے ہیں۔ پہلے انھوں نے مزاحیہ ویڈیو بنانا شروع کیں، اس کے بعد باقاعدہ سوچ بچار کے بعد زندگی کے روزمرہ مسائل کے حل پر ویڈیو بنائیں جو بہت تیزی سے مقبول ہورہی ہیں لیکن اپنی ویڈیو میں وہ ایک لفظ بھی نہیں بولتے اور پھر بھی اپنا پیغام پہنچا دیتے ہیں۔ ۲۱ سالہ خبانہ کا یہ انداز پوری دنیا میں پسند کیا گیا ہے۔ لیمے کے مطابق خاموش رہنے سے ان کا پیغام دنیا بھر کے لوگ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں، اسی لیے وہ خاموش رہ کر اپنی ویڈیو بناتے ہیں۔ خبانہ طویل قد کے مالک ہیں اور ان کے بھرے ہوئے ہونٹ چہرے پر تاثرات لانے میں مدد دیتے ہیں۔ وہ روزمرہ کا کام مختلف لیکن آسان انداز میں انجام دیتے ہیں جنھیں دیکھ کر ہنسی بھی آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ٹک ٹاک میں اپنا ایک الگ مقام بنالیا ہے۔ ناظرین کے مطابق خبانہ کا انداز عالمگیر ہے اور حقیقت سے قریب تر ہونے کی وجہ سے پوری دُنیا انھیں سمجھتی ہے۔

ماضی کے جھروکے سے
تاریخ کا ایک ورق

شیخ سعدی شیرازی

جو فقیہ بھی تھے، شاعر بھی تھے اور درویش بھی تھے

ایران کے شہر شیراز میں ایک معزز شخص عبداللہ نام کے سکونت پذیر تھے۔ زہد و تقویٰ میں وہ شہرت و مقبولیت کے حامل تھے۔ عبداللہ شیرازی کے گھر میں ایک فرزند نے جنم لیا۔ فرزند ایسا جسے منعم حقیقی نے اعلیٰ استعداد اور صلاحیت کا جوہر عطا فرمایا۔ کمال کی ذہانت، حکمت و جرأت عطا کی کہ عوام و خواص، امیر و فقراء حتیٰ کہ سلاطین و ملوک بھی اس کے دلدادہ ہو گئے۔ والدین نے بچے کا نام شرف الدین رکھا۔ شرف الدین کو بچپن ہی سے شعری ذوق کا جوہر ودیعت تھا۔ لہٰذا انھوں نے اپنا تخلص 'سعدی' تجویز کیا۔ شہرت اچھی تھی، عوامی حلقوں میں پسند کیے جانے لگے۔ شعر و سخن کا انداز اصلاحی تھا لہٰذا عوام انھیں 'مصلح الدین' کے لقب سے پکارنے لگے۔

بچپن کا زمانہ تھا کہ شفیق والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ ابتدائی دینی تعلیم مقامی مدارس سے حاصل کی۔ بعد ازاں جامعہ نظامیہ بغداد میں داخلہ لیا۔ یہ مدرسہ نظام الملک طوسی نے ۴۵۹ھ میں قائم کروایا تھا۔ اسی مدرسہ سے نامور شخصیات نے علم حاصل کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، سیّد عبدالقادر جیلانی، عماد الدین موصلی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پائے کے علماء اسی مدرسہ سے فارغ التحصیل ہیں۔ شرف الدین (مصلح الدین) المعروف شیخ سعدی نے بھی حصولِ علم کے لیے کئی سال یہاں گزارے۔

عوام الناس شیخ سعدی کو ایک قصہ گو شاعر، ادیب، نثر نگار، کہانی گو تصور کرتے ہیں جبکہ اس کے برعکس شیخ سعدی ایک زبردست عالم، محدث، شیخ القرآن، شیخ الحدیث، ماہر علوم منطق، واعظ، فقیہ، شاعر، نثر نگار، جغرافیہ دان، مورخ، سیاح اور زاہد و عابد متقی و پرہیزگار درویش تھے۔

مدرسہ انتظامیہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد سیر و سیاحت پر چل نکلے۔ بڑے بڑے مشکل طویل اور دشوار گزار راہوں پر چل پڑے۔ کہیں بلند و بالا ٹیلے تھے، کہیں بے آب و گیاہ صحرا، کہیں گھنے اور خطرناک جنگل، کہیں حد نگاہ تک پھیلے ہوئے ریگستان، کہیں سواری تو کہیں پیدل۔ دن کانٹوں پر، رات نوکیلے پتھروں پر۔ دشت نوردی، صحرا نوردی کی منازل طے کرتے چلے گئے۔ مشرق میں خراسان، بلخ، کاشغر، شمال مغرب میں عراق، آذربائیجان، عرب، شام، فلسطین، ایشیائے کوچک کے علاقوں کی سیر کرتے کرتے اصفہان، تبریز، بصرہ، دمشق، طرابلس، روم میں قیام کیا۔ کچھ عرصہ قیام کے بعد شیخ پھر فلسطین میں جاکر بیت المقدس میں قیام پذیر ہوئے۔

شیخ کی تصنیفات میں بحر عمان، بحر ہند، بحر عرب، بحیرۂ قلزم، بحیرۂ روم اور خلیج فارس ہے۔ شیخ کی تصنیفات سنی سنائی باتوں پر مبنی نہیں ہیں بلکہ آپ نے عینی مشاہدات و تجربات کیے۔ شیخ نے متعدد بار حج و زیاراتِ مقدسہ کی سعادت حاصل کی۔

شیخ سعدی انتہائی درویش منش طبیعت کے حامل تھے۔ بیت المقدس اور شام میں نفس کشی کی خاطر کئی بار چلہ کشی کی اور سقائی (پانی پلانے کی خدمت) سرانجام دیتے رہے۔ کاندھے پر مشق رکھ کر مسافرین اور راہ گیروں کو پانی پلایا کرتے۔ حضرت خضر نے روحانی طور پر ان کی رہنمائی و دست گیری فرمائی اور قادرِ مطلق نے انھیں مقبولیت اور شہرتِ دوام سے نوازا۔

طبیعت میں انتہا کی عاجزی اور فقر تھا۔ غربت و افلاس کا بھی یہ عالم تھا کہ کئی بار جوتیاں بھی میسر نہ تھیں، طبیعت میں رنج و ملال آیا۔ آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاؤں ہی نہیں ہیں۔ یہ دیکھ کر اللہ کی بارگاہ میں عرصہ تک شکر ادا

یورپ نے تو شیخ کے کلام کو الہامی کلام کہہ دیا۔ شیخ سعدی کسی کو بات سمجھانا چاہتے ہیں تو کسی اور کا نام لے کر کہہ دیتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے بادشاہوں، حاکموں اور خلفاء کو اچھی اچھی نصیحتیں ان کے منہ پر کہہ دیں۔ انداز اتنا پیارا، دلکش، دلچسپ، پُرکشش اور جان آفریں ہے کہ ان کا کلام منبروں پر بڑے ترنم کے ساتھ پڑھا جارہا ہے۔

کرتے رہے اور اپنی غلطی پر اللہ کی بارگاہ میں ندامت محسوس کرتے رہے۔

شیخ سعدی شیخ شہاب الدین سہروردی کے مرید خاص تھے جن کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی۔ شیخ نے اپنے پیر کی خدمت میں رہ کر تصوف و سلوک کی منزل طے کیں۔ شیخ سہروردی کے فیض سے جناب سعدی کا دل و دماغ اور سینے کے تمام گوشے انوار و برکات سے معمور ہو گئے۔

شیخ سعدی کا مقام و مرتبہ اہل نظر اور صاحبانِ بصیرت جانتے ہیں۔ 'نفحات الانس' میں مرقوم ہے کہ کچھ لوگ شیخ کے مقام و مرتبہ کو نہیں جانتے تھے تو انھوں نے ان کے متعلق گستاخانہ کلمات کہے۔ خواب میں قدرتِ حق کی طرف سے انھیں تنبیہ کی گئی، پھر وہ شیخ کے پاس معذرت کے لیے حاضر ہوئے۔ خواجہ حافظ شیرازی، امیر خسرو جیسے بلند پایہ صوفی بھی شیخ کو اپنا امام مانتے ہیں۔

اخلاقی شاعری کے سلسلے میں حکیم سنائی، عمر خیام، فریدالدین عطار اور واحدی جیسی شخصیات شیخ سے بہت پیچھے رہ گئیں۔ فارسی زبان و ادب میں بے شمار صوفی شعراء ہوئے ہیں اور مختلف موضوعات پر انھوں نے مضمون باندھے ہیں۔ مگر شیخ سعدی نے جس انداز سے قلم سے کام لیا ہے وہ انداز منفرد و نرالا ہے۔ شیخ نے عدل و تدبر، احسانِ عام، عشق و محبت، تواضع، رضا و قناعت، شکر، تربیت، توبہ، مناجات، اخلاقی و جنسی بے راہ روی سے بچنا، ان تمام موضوعات پر انتہائی دلچسپ انداز میں قلم اُٹھایا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں گلستان، بوستان کو وہ مقام حاصل ہے کہ دینی مدارس میں یہ کتابیں نصاب میں شامل ہیں۔ مساجد، مدارس و محافل میں شیخ سعدی کے اقوال، حکایات و اشعار کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ شیخ کے کلام کو شاہی درباروں میں وہ پذیرائی حاصل ہوئی کہ شاہی درباروں میں 'گلستاں بوستاں' کی باقاعدہ محافل و مجالس ہونے لگیں۔ ان کا انداز اتنا دل پذیر ہے کہ بادشاہوں کے خلاف ان کے منہ پر سچی باتیں کہی گئیں مگر وہ ناراض نہیں ہوئے۔ خوش بھی ہوئے اور اپنی اصلاح بھی کرلی۔ مثلاً ایک ظالم حاکم نے ایک درویش سے دعا کی درخواست کی، درویش نے کہا کہ موت کے لیے دعا کروں، اس نے کہا یہ کیا دعا ہے؟ درویش نے کہا کہ موت آنے سے اس کے آزار سے مخلوقِ خدا محفوظ ہوجائے گی اور مزید گناہوں سے وہ ظالم حاکم محفوظ رہے گا۔ اسی طرح ایک ظالم حاکم کو دن کے وقت سونے کا وظیفہ بتایا گیا اور اس کی وجہ بھی یہی بتائی کہ جتنی دیر یہ ظالم حاکم سویا رہے گا اس سے خدا کی مخلوق اس کے ظلم سے محفوظ رہے گی اور وہ گناہوں سے محفوظ رہے گا۔

'گلستاں بوستاں' کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوچکے ہیں۔ یورپ نے تو شیخ کے کلام کو الہامی کلام کہہ دیا۔ شیخ سعدی کسی کو بات سمجھانا چاہتے ہیں تو کسی اور کا نام لے کر کہہ دیتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے بادشاہوں، حاکموں اور خلفاء کو اچھی اچھی نصیحتیں ان کے منہ پر کہہ دیں۔ انداز اتنا پیارا، دلکش، دلچسپ، پُرکشش اور جان آفریں ہے کہ ان کا کلام منبروں پر بڑے ترنم کے ساتھ پڑھا جارہا ہے۔

شیخ نے اپنی آخری زندگی میں گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ شہر سے باہر ایک حجرہ (خانقاہ) تعمیر کروائی۔ ۶۹۱ھ میں شیخ نے وفات پائی۔ شیخ کا مزار مقام دلکشا کے قریب پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ مزار کے اردگرد پھولوں کی بیلیں لگی ہوئی ہیں جس پر سے فطرت پھول بکھیرتی رہتی ہے اور تازہ ہوائیں ان پھولوں کی پتیوں کو مزار پر کبھی اِدھر کبھی اُدھر ہلاتی بھی رہتی ہیں۔ اس مقام کو اب سعدیہ (Sadia) کہا جاتا ہے۔ ❑❑

گاھے گاھے باز خواں......
ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے
ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی

۳۰/دسمبر ۲۰۰۵ء تا ۵/جنوری ۲۰۰۶ء

آپریشن دریودھن اور آپریشن چکرویوہ ملک کی پیشانی پر بدنما داغ

۲۰۰۵ء میں تہلکہ میگزین کے ایڈیٹر انرودھ بہل نے پارلیمنٹ کے وقفہ سوالات میں سوالات کے لیے لی جانے والی ارکانِ پارلیمان کے رشوت لینے کا ایک اسٹنگ آپریشن کے ذریعہ انکشاف کیا تھا جس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ سپردِ قلم کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

ہندستان ایک جمہوری ملک ہے اور پارلیمنٹ اس جمہوریت کی پہچان ہے۔ ممبرانِ پارلیمنٹ سے بجا طور پر یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ جمہوریت کے اعلیٰ معیار کی نمائندگی کریں گے جو ان کی اپنے عوام کے تعلق سے فلاح و بہبود اور ایمانداری کے ساتھ اس کام کو انجام دینے پر منحصر ہے۔

پارلیمنٹ کا وقفۂ صفر جو خالص ممبرانِ پارلیمنٹ کے سوالات اور حکومت کے ذمہ دروزراء کے جوابات کے لیے ہوتا ہے اس بات کی علامت ہے کہ ہندستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں حکومت پارلیمنٹ کے سامنے اور پارلیمنٹ عوام کے سامنے جوابدہ ہے۔

یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ گذشتہ دو دہائیوں سے پارلیمنٹ نہ صرف اپنا جمہوری معیار کھوتی جارہی ہے بلکہ پارلیمنٹ میں عوامی نمائندگی کا دعویٰ کرنے والے ممبرانِ پارلیمنٹ بھی سیاست میں جرائم کی آمیزش کا عملی نمونہ بنتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

گذشتہ چار سال پہلے جب آپریشن تہلکہ کے ذریعے بی جے پی کے اس وقت کے صدر بنگارو لکشمن کو دفاعی سودوں میں ایک لاکھ روپے کی رشوت لیتے ہوئے دِکھایا گیا تھا تو اس وقت ایسا لگا تھا جیسے مسٹر لکشمن نے پارلیمنٹ کے در و دیوار توڑ ڈالے ہوں اور حالانکہ بی جے پی نے انھیں عہدۂ صدارت سے ہٹا کر ان کی اس حرکت کے خلاف اپنے غصہ کا اظہار کیا تھا مگر اپنے دورِ حکومت میں بی جے پی کی زیر قیادت این ڈی اے حکومت نے تہلکہ کے انکشافات کی جس طرح لیپاپوتی کی کوشش کی تھی اس سے یہ بات صاف ہوگئی ہے کہ دوسری پارٹیوں کی طرح بی جے پی کے دانت بھی کھانے کے اور ہیں اور دِکھانے کے اور۔

تہلکہ انکشافات کے بعد پورے ملک میں جمہوریت کے تعلق سے خدشات کو لے کر جو واویلا مچا تھا ابھی اس کی گونج سنی ہی جارہی تھی کہ تہلکہ کے سابق ایڈیٹر انیرودھ بہل نے اپنے ایک اسٹنگ آپریشن ''دُریودھن'' کے ذریعہ وقفۂ صفر میں سوالات کی خرید و فروخت کا ایک اور معاملہ اُجاگر کرڈالا۔

تہلکہ کے ذریعہ بی جے پی کے اس وقت کے صدر بنگارو لکشمن کو دفاعی سودے میں ایک لاکھ روپے کی رشوت لیتے ہوئے آسانی کے ساتھ ٹی وی چینلوں پر دکھانے والے انیرودھ بہل کے لیے اس مرتبہ کا ''اسٹنگ آپریشن'' تھوڑا مشکل تھا وہ اس لیے کہ اس مرتبہ عوام کے منتخب نمائندے یعنی ممبرانِ پارلیمنٹ کو اس کام کے لیے رشوت دینی تھی جو اُن کے فرض کا سب سے اہم حصّہ ہے۔ تہلکہ سے الگ ہونے کے بعد کوبرا پوسٹ ڈاٹ کام کے ایڈیٹر انیرودھ بہل نے اس آپریشن کے لیے پہلے ایک فرضی ادارہ بنایا۔ خود اپنی شناخت چھپائی اور اپنی ایک خاتون معاون سہاسنی راج کے ذریعہ اسے انجام تک پہنچایا۔ خفیہ کیمرے اور سات بچولیوں کی مدد سے قریب آٹھ ماہ تک وہ ان ممبرانِ پارلیمنٹ کی تلاش کرتے رہے جو پارلیمنٹ میں سوال کرنے کے لیے پیسے لیتے ہیں۔ اس کے لیے انھوں نے ۵۶ ویڈیو اور ۷۰ سے زائد آڈیو کیسٹ تیار کیں۔ آخرکار گیارہ ممبرانِ پارلیمنٹ کو کل ۵ لاکھ روپے دے کر انھوں نے ملک کو دکھا دیا کہ اس چھوٹے سے کام کے لیے بھی ممبرانِ پارلیمنٹ فروخت ہوتے ہیں کوئی اُنھیں خریدنے والا چاہیے۔

انیرودھ شاید یہ ''اسٹنگ آپریشن'' خود نہ کرتے اگر انھیں پارلیمنٹ سے خصوصی اختیارات کی خلاف ورزی کا نوٹس نہ ملتا۔ وہ خود کہتے ہیں کہ یہ نظریہ تو میں نے ان نیوز چینلوں کو دیا تھا جو آئے دن ''اسٹنگ آپریشن'' کرتے رہتے ہیں جو عوامی مفاد سے متعلق موضوعات کے بجائے کسی شخص کی ذاتی زندگی پر مبنی ہوتے ہیں۔ انیرودھ کے مطابق انھوں نے گذشتہ مارچ میں ایک انگریزی اخبار میں ایک مضمون لکھا تھا کہ کن موضوعات پر ''اسٹنگ آپریشن'' ہونا چاہیے۔ ان میں ایک نظریہ یہ بھی تھا کہ پارلیمنٹ میں سوال اُٹھانے کے لیے بھی بعض ممبرانِ پارلیمنٹ پیسے مانگتے ہیں۔ مضمون شائع ہونے کے بعد ایک آزاد ممبر پارلیمنٹ نے اسے خصوصی اختیارات کی خلاف ورزی کا معاملہ مانتے ہوئے انھیں اسپیکر سے نوٹس بھجوا دیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ انھوں نے اس مضمون میں کسی کا نام نہیں لکھا ہے لہٰذا کسی کے حق کی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ پھر بھی معافی مانگنا ہی مناسب تھا اور انھوں نے ایسا کیا۔''

یہیں سے انیرودھ کے تیز طرار دماغ نے دوڑنا شروع کیا کہ جو حقیقت ہے اُسے بے نقاب کرہی دیا جائے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ یہ جھوٹ ہے۔ اپریل میں انیرودھ اور سہاسنی نے نارتھ انڈیا اسمال مینوفیکچرس ایسوسی ایشن کے نام سے ایک فرضی ادارہ قائم کیا۔ بیمہ ایجنٹ سے صحافت میں آئی سہاسنی کو ''نسما'' کا لائزننگ آفیسر بنایا گیا اور نام رکھا گیا نمیتا گوکھلے۔ ایسے آپریشن میں خاتون معاون کا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے کپڑوں میں آسانی سے چھوٹے کیمرے کا ڈیوائس چھپا لیتی ہیں جس کا سامنے والے شخص کو پتہ بھی نہیں لگتا۔ پھر شک ہونے پر کوئی آسانی سے تلاشی نہیں لے سکتا۔ پھر بھی احتیاط اور اپنی حفاظت کے لیے اس پورے آپریشن کے دوران سہاسنی نے دو چیزیں ہمیشہ اپنے پاس رکھیں۔ پیپر اسپرے (ایسے اسپرے جس میں مرچ کا اثر ہوتا ہے) اور ساؤنڈ گرینیڈ جس کا کلپ نکالتے ہی زوردار سائرن کی آواز نکلتی ہے، سہاسنی کو ان دونوں ہی چیزوں کے استعمال کی ضرورت نہیں پڑی۔

اس طرح انیرودھ نے خود کو اُس ادارے کا کارگزار ڈائریکٹر بتاتے ہوئے اپنا نام نورتن ملہوترا رکھا اور اپنی پہچان چھپانے کے لیے بالوں پر رنگ اور آنکھوں پر بے ڈھنگے چشمے کا استعمال کیا۔ مئی کے پہلے ہفتہ تک اس ٹیم کو کچھ ایسے بچولیے مل گئے جو اُنھیں سوال کے لیے پیسے لینے والے ممبران پارلیمنٹ تک پہنچا سکتے تھے۔

اس طرح مسٹر انیرودھ نے اپنے اس آپریشن دریودھن کے ذریعہ گیارہ ممبران پارلیمنٹ کو کیمرہ میں قید کرلینے میں کامیابی حاصل کرلی جو روپیہ لے کر پارلیمنٹ میں سوال پوچھنے پر راضی ہوگئے تھے ان گیارہ ممبران پارلیمنٹ میں چھ کا تعلق بی جے پی سے ہے، تین بی ایس پی سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک ایک کانگریس اور راشٹریہ جنتا دل کا رُکن ہے۔

(باقی صـ۱۴ پر)

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۱۹)

برطانوی وزیر اعظم کی پوزیشن کابینہ میں سب سے بڑے اور اہم ترین رکن کی ہوتی ہے لیکن چونکہ کابینہ یا اکثریتی پارٹی کے اہم لیڈروں پر مشتمل ہوتی ہے اور وہ لوگ بھی کابینہ کے رکن ہوتے ہیں اس لیے وزیر اعظم کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ آسانی سے ان کے مشوروں کو نظر انداز کرسکے۔ اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ امریکہ کی کابینہ تمام تر اس کے ماتحتوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کا کام اس کے احکام اور ہدایتوں کی تعمیل کرنا ہے۔ وہ اس وقت تک اپنے عہدوں پر رہتے ہیں جب تک کہ صدر چاہے۔ اس لحاظ سے امریکن صدر کی پوزیشن برطانوی وزیر اعظم سے کہیں زیادہ مضبوط ہے۔ امریکن صدر اہم عہدوں پر تقرر سینیٹ کی منظوری سے کرتا ہے لیکن برطانیہ میں شاہ پر اس قسم کی کوئی پابندی نہیں۔ عملاً یہ تقرری وزیر اعظم یا اس کی کابینہ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس طرح سے برطانوی وزیر اعظم کو اس بارے میں زیادہ اختیارات حاصل ہیں۔

ریاستہائے متحدہ کے صدر کو جملہ اختیارات دستور کی رو سے حاصل ہیں برعکس اس کے برطانوی وزیر اعظم کو اختیارات دستوری رواجوں (Conventoins of the Constitutions) کی رو سے حاصل ہیں۔ قانوناً برطانیہ میں سارے اختیارات بادشاہ (یا ملکہ) کو حاصل ہیں۔ وزیر اعظم اور اس کے دوسرے ساتھی وزیر بادشاہ (یا ملکہ) کی مدد کرنے اور صلاح و مشورہ دینے کے لیے ہوتے ہیں۔

صدارتی کابینہ (Presidential Cabinet): دستور میں صدر کی کابینہ کا کوئی ذکر نہیں لیکن حالات اور ضرورت کی وجہ سے یہ کابینہ معرضِ وجود میں آئی اور اب مرکزی حکومت کے جملہ محکمے کابینہ کے ممبروں کے سپرد ہیں۔ یہ ممبر یا سکریٹری صدر کے اعلیٰ مشیر ہیں۔ مجموعی طور سے ان سب کو صدر کی کابینہ کہا جاتا ہے۔ جب نیا صدر اپنے عہدے کا چارج لیتا ہے تو وہ اپنی کابینہ کے ممبروں یا سکریٹریوں کو مقرر کرتا ہے۔ یہ وہی لوگ ہوتے ہیں جو صدر کے حامی ہوتے ہیں اور اس کے سیاسی خیالات اور رایوں سے پوری طرح متفق ہوتے ہیں۔ یہ کانگریس کے ممبر نہیں ہوتے اور نہ اس کے سامنے جوابدہ یا ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ تمام صدر کے آدمی ہوتے ہیں لیکن ان کے تقرر کا انحصار بھی سینیٹ کی منظوری پر ہے۔

عالمِ اسلام

سعودی عرب میں سیاحت کے شعبے میں ۵۴ فیصد ملازم خواتین

سعودی وزیر سیاحت احمد الخطیب نے کہا ہے کہ سیاحت کے شعبے میں ملازم خواتین کی تنخواہیں مردوں کے مقابلے میں زیادہ منصفانہ ہیں۔ان دنوں سیاحت کے شعبے میں ۵۴ فیصد خواتین کام کر رہی ہیں۔عاجل ویب سائٹ اور الوطن اخبار کے مطابق الخطیب نے فیوچر انویسٹمنٹ پروگرام میں شرکت کے دوران کہا کہ کورونا وبا سے سیاحت کا شعبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا۔دنیا بھر کے معاشی شعبوں میں سب سے زیادہ نقصان سیاحت کے شعبے کا ہوا لہٰذا بحران سے نکلنے اور سیاحت کو اپنے قدموں پر کھڑا کرنے کے لیے بین الاقوامی تعاون ضروری ہے۔ وزیر سیاحت نے کہا کہ سیاحت اور ٹرانسپورٹ کا شعبہ ۲۰۲۰ء کے دوران ۸۰ فیصد سے زیادہ گراوٹ کا شکار ہوا۔ پوری دنیا میں چھ کروڑ سے زیادہ افراد جو سیاحت کے شعبے سے منسلک تھے ملازمتوں سے محروم ہوگئے۔بحران نے ہر دس ملازمین میں سے ایک کو روزگار سے محروم کیا ہے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ کورونا وبا بہت جلد ختم ہو جائے گی اور سیاحت کا مستقبل روشن ہے۔

ڈیجیٹل کرنسی جلد بینکنگ سسٹم کا حصہ ہوگی: ساما

سعودی سینٹرل بینک ساما کے گورنر نے کہا ہے کہ مملکت نے دو برس قبل ڈیجیٹل کرنسی کے تصور پر کام شروع کردیا تھا۔ ڈیجیٹل کرنسی جلد بینکنگ سسٹم کا حصہ ہوگی۔ اخبار ۲۴ کے مطابق سعودی سینٹرل بینک (ساما) کے گورنر فہد المبارک نے مملکت اور خلیج عرب کے ملکوں میں ڈیجیٹل کرنسی کے مستقبل سے متعلق وضاحتی بیان دیا ہے۔ انہوں نے مملکت میں منعقدہ فیوچر انویسٹمنٹ انیشیٹو میں شرکت کرتے ہوئے کہا کہ مملکت نے دو برس قبل مالیاتی ٹیکنالوجی کمپنیوں سے معاملات شروع کردیے تھے۔اس طرح کی کئی کمپنیوں نے انشورنس اور مالیاتی ادائیگی ڈیجیٹل سسٹم کے تحت شروع کی ہے۔انہوں نے کہا کہ مملکت نے سینٹرل بینکوں کی جاری کردہ ڈیجیٹل کرنسیوں کا لین دین شروع کررکھا ہے اور عرب دنیا میں ڈیجیٹل کرنسی کا سسٹم آچکا ہے۔ساما کے گورنر کا کہنا تھا کہ مملکت کم خرچ والے ڈیجیٹل سینٹرل بینک کے حوالے سے کوشاں ہے۔انہوں نے کہا کہ ڈیجیٹل کرنسی قوانین کے حوالے سے متعدد طور طریقے اپنانا ہوں گے تاکہ ڈیجیٹل کرنسی کا لین دین محفوظ ہو، کاروبار کرنے والوں کے مفادات محفوظ ہوں۔

سوڈان میں فوجی بغاوت، عرب ممالک کی امن قائم کرنے کی اپیل

سوڈان میں فوجی بغاوت کے بعد عرب ممالک نے اپیل کی ہے کہ ملک میں امن قائم کیا جائے۔عرب نیوز کے مطابق سوڈان کی خودمختار کونسل کے سربراہ جنرل عبدالفتاح البرہان نے فوجی بغاوت کے بعد خودمختار کونسل اور عبوری حکومت کے خاتمے کا اعلان کردیا اور ملک میں ایمرجنسی نافذ کر دی۔ایک ٹیلی ویژن خطاب میں جنرل عبدالفتاح البرہان نے کہا کہ اقتدار کی منتقلی کے حوالے سے جاری کشمکش ملک کی سلامتی کے لیے خطرہ ہے اور فوج کو اس کی حفاظت کے لیے قدم بڑھانے کی ضرورت ہے۔اردن کی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں سوڈان میں فریقین سے امن کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ ذاتی مفاد پر قومی مفاد کو ترجیح نہیں ہونی چاہیے۔عمان نے سوڈان میں بسنے والے اردن کے شہریوں کی حالت پر تشویش کا اظہار کیا۔

عصبیت کا فتنہ جس نے اسلام کے چہرے کو داغدار کردیا ہے

تحریر: محمد فرمان

میں اپنی تحریر کا آغاز اس دعا کے ساتھ کررہا ہوں کہ اس کائنات کا ایک بڑا فتنہ بلکہ فتنوں کی ماں اور زمانے میں سب سے زیادہ خطرناک اور تیزی سے پھیل کر خوشگوار فضا کو زہر آلود کرنے والی شئے عصبیت اور تعصب کے ان تنگ و تاریک گلیوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکے فرزندانِ توحید کی ایک بڑی تعداد راہ راست پر آجائے۔ اس موضوع پر کئی دنوں سے کچھ لکھنے کی کوششیں کی لیکن قلب و دماغ مجتمع نہیں ہوئے۔آج جب کچھ ہمت ہورہی ہے تو یکطرفہ قلم کچھ لرزش محسوس کررہا ہے تو دوسری طرف انگلیاں بھی ساتھ چھوڑنے کی کوشش کررہی ہیں۔تعصب کے اس عنوان پر لکھتے ہوئے قلم کی لرزش اور قلب و دماغ کی گھبراہٹ بے معنی نہیں۔ کیونکہ تعصب کے اس زہر نے ہر طبقے کو زہر آلود کردیا ہے، دنیا کے بڑے بڑے مفکرین، دانشوران، سیاستدان اور عوام الناس کے ساتھ ساتھ بعض شرع کے پابند سفید پوش طبقے کے افراد بھی اس تعصب کا شکار دکھائی دیتے ہیں۔جس کی وجہ سے آج اسلامی اخوت اور بھائی چارگی تہس نہس ہوگئی ہے۔قلب مضطر کو بے کلی سے اطمینان کرتے ہوئے اس عنوان پر لکھنے کی ضرورت اسلئے محسوس ہوئی کہ اسی تعصب کی وجہ سے لاکھوں لوگوں نے اپنی پیر پر کلہاڑی مارلی تو ہزاروں معزز حضرات جن عہدوں کے لائق تھے ان سے وہ محروم ہوگئے اور ہزاروں افراد جن عہدوں پر فائز تھے ان سے انہیں دستبردار ہونا پڑا۔شدت وانتہا پسندی، نفرت، تفرقہ اور غرور کے اس چشمہ تعصب اور عصبیت سے اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کی حفاظت فرمائے۔آمین

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے مثبت اور منفی جذبات اور احساسات سے نواز رکھا ہے۔ یہی جذبات واحساسات اس کی انفرادیت بھی ہیں اور انہی میں سے بعض کے ہاتھوں اس کی ہلاکت بھی ہوتی ہے۔ان دونوں کا اثر براہ راست معاشرہ پر بھی پڑتا ہے۔آپسی محبت والفت سے معاشرے مثالی بنتے ہیں، قومیں ترقی کرتی ہیں اور باہمی اخوت و بھائی چارگی کو فروغ ملتا ہے۔ انتشار، نفرت انگیزی، تکبر و غرور، انانیت، قومیت، علاقائیت، لسانیت، تفرقہ بازی ایسی چیزیں ہیں جن سے معاشرہ اس طرح بکھر جاتا ہے جس طرح ٹوٹے ہوئے دھاگے سے موتی، قوموں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، افراد ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوجاتے ہیں، رشتہ دار، عزیز و اقارب، گھر و خاندان اور قوم و قبیلوں کے درمیان نفرت و دشمنی جنم لینے لگتی ہے۔اگر آج ہم اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں، معاشرے پر نظر دوڑائیں تو جس چیز سے ہمارا معاشرہ روبہ زوال ہے اور اپنا منفرد تشخص کھورہا ہے وہ 'عصبیت اور تعصب' ہے۔ جذبۂ محبت کی طرح انسانی شخصیت کے اندر نفرت اور تعصب کا جذبہ بھی بہت گہرا ہوتا ہے۔یہ دراصل انسانی کمزوریوں کے شخصی عیوب و نقائص کے اظہار کی علامت ہوتا ہے۔یوں کہہ لیجئے کہ محبت و الفت انسان کے اندر رحمانی صفات پیدا کرتی ہے اور نفرت، عداوت اور تعصب انسان کو شیطانی دائروں میں مقید رکھ کر معاشرے میں بدامنی اور بے چینی کی راہ ہموار کرتی ہے۔

اس روئے زمین پر بے شمار فتنوں نے جنم لیا لیکن ان تمام فتنوں میں ''عصبیت اور تعصب'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، بعض مؤرخین نے تو عصبیت کو فتنوں کی ماں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ تعصب خطرناک سماجی امراض ہے۔ یہ انسانیت کو کھوکھلا کردیتا ہے۔تعصب افراد، اقوام اور معاشروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ یہ ایسی آفت ہے کہ جب بڑھتی اور پھیلتی ہے تو انسانوں کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیتی ہے۔تعصب کی ہوا چلتی ہے تو تعلیم یافتہ غیر تعلیم یافتہ، مہذب، غیر مہذب، دیندار اور غیر دیندار بلکہ اہل علم شرع کا پابند سفید پوش طبقہ سمیت ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ یہ غرور کا سرچشمہ ہے۔ یہ نفرت اور بدعنوانی کا بہت بڑا سبب ہے۔تعصب کے باعث انسان افراد سے تعلق میں شدت پسند ہوجاتا ہے۔افکار کے حوالے سے انحراف کی روش اپنالیتا ہے۔تعصب کا مارا انسان رواداری، افہام و تفہیم اور مختلف فکر قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔تعصب شدت پسندی اور انتہا پسندی کا وہ کیڑا ہے جو نفرت، تفرقہ، گمراہی، بغض کو بڑھاوا دیتا ہے۔تعصب اور عصبیت حق و انصاف اور اصول پسندی کا حقیقی دشمن ہے۔ اسکے چلتے ہمیں کسی کی ترقی، کامیابی اور عزت دیکھی نہیں جاتی۔تعصب خواہ کسی بھی نوعیت کا ہو، امت کے شیرازہ کو منتشر کردیتا، ان میں پھوٹ اور تفرقہ ڈال دیتا، ان میں بغض و عداوت اور نفرت و کراہیت اور حسد و عناد کا زہر گھول دیتا ہے، جس کے بعد انسان اندھا ہوجاتا ہے، پھر انہیں باہم قتل و قتال اور لڑائی جھگڑے کرنے درپے آزار ہونے اور کسی بھی حال میں دوسرے کو زیر کرنے کی جدوجہد کرتے رہنے میں کوئی تأمل نہیں ہوتا۔ اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہیکہ تاریخ

اس روئے زمین پر بے شمار فتنوں نے جنم لیا لیکن ان تمام فتنوں میں ''عصبیت اور تعصب'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے ، بعض مؤرخین نے تو عصبیت کو فتنوں کی ماں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ تعصب خطرناک سماجی امراض ہے ۔ یہ انسانیت کو کھوکھلا کردیتا ہے ۔ تعصب افراد، اقوام اور معاشروں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے ۔ یہ ایسی آفت ہے کہ جب بڑھتی اور پھیلتی ہے تو انسانوں کو تباہ و برباد کرکے رکھ دیتی ہے ۔ یہ غرور کا سرچشمہ ہے اور یہ نفرت و بدعنوانی کا بہت بڑا سبب ہے ۔

انسانی کا سب سے پہلا قتل بھی اسی عصبیت اور عداوت کی وجہ سے ہوا تھا۔جب سیدنا آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں قابیل اور ہابیل دونوں نے قربانی کی تو ہابیل کی قربانی کو شرف قبولیت مل گیا اور قابیل کی قربانی رد ہوگئی تو اس نے ہابیل کو قتل کردیا۔ شیطان نے وہیں سے انسانوں کے ہاتھوں انسانوں کے قتل کا سلسلہ شروع کردیا اور اس قتل کا سبب بھی عصبیت اور حسد ہی تھا۔تعصّبات کے نقصانات سے تاریخ کے ہزاروں صفحات سیاہ ہیں۔ انبیائکرام علیہم السلام اور مصلحین کو بندوں کی اصلاح اور ہدایت کی راہ میں غیر معمولی تعصّبات کا سامنا کرنا پڑا۔تعصّبات کے باعث خونریزیاں، حقوق کا ضیاع اور ظلم وستم کا رواج قائم ہوا۔

آج امت مسلمہ کا ایک بہت بڑا طبقہ قوم پرستی اور عصبیت و تعصب کی دلدل میں پھنستا جارہا ہے، یہ وہ جہالت ہے جس میں مشرکین مکہ ہی نہیں پورا جزیرۃ العرب مبتلا تھا اور چھوٹی چھوٹی سی بات پر ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ پر حملہ آور ہوجاتا تھا اور یہ لڑائی کئی کئی دن تک ہوتی رہتی، قتل و غارت کی انتہائی ہوتی اور سینکڑوں لوگ اس تعصب اور عصبیت کے چلتے قتل کردیئے جاتے۔ مگر جب رسول اللہ کی بعثت کے بعد اس روئے زمین پر اسلام کی کرنیں پڑنی شروع ہوئیں تو سب سے پہلے اس نے جاہلیت کی عصبیت و تنگ نظری کے خاتمہ پر توجہ دی اور اس کا خاتمہ کیا اور اس کی جگہ دینی و مذہبی اخوت و بھائی چارگی کو پروان چڑھایا، اسلامی اخوت و مودت کو ہی اس نے ایک مرکز پر مجتمع ہونے اور انسانی رابطے کا محور بننے کا ذریعہ قرار دیا۔ اس طرح انسداد عصبیت اسلام کی اولین دعوت ہے۔عہد نبوی میں پہلی مرتبہ حضور نے مواخات یعنی اسلامی اخوت و بھائی چارگی کا رشتہ مکہ مکرمہ میں ان لوگوں کے درمیان کرائی جو اسلام قبول کرچکے تھے، ان میں زیادہ تر لوگ مکہ مکرمہ ہی کے رہنے والے تھے لیکن کچھ ایسے حضرات بھی تھے جو حبشہ، فارس اور دیگر دور دراز علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔ پھر ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپؐ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات قائم فرمادیا۔اس کے علاوہ اللہ کے رسول نے حجۃ الوداع کے موقع پر نہایت جامع و مفصل خطبہ دیا تھا، اس خطبے میں آپؐ نے عصبیت کو ختم کرنے کی دعوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو آگاہ رہنا، تمہارا پروردگار ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی عجمی کو عربی پر اور کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فضیلت و فوقیت حاصل نہیں، البتہ یہ فوقیت و برتری حاصل ہوتی ہے تقویٰ سے، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا تمہارا پرہیزگار ہے، کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچادیا؟ صحابہ نے عرض کیا بیشک اللہ کے رسولؐ آپ نے پہنچادیا، تو آپؐ نے فرمایا: موجود لوگ میرا پیغام ان تک پہنچادیں جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔'' معلوم ہوا کہ اسلام میں بڑوں چھوٹوں، غریبوں و مالداروں، عرب و عجم، کالے گورے، قریب و بعید، رشتہ دار و اجنبی علاقائی و بیرونی کی تفریق نہیں اور نہ ہی طبقاتی امتیاز ہے۔اسلام ایک ایسا جامع و مکمل، یکتا و منفرد دین ہے جس نے اپنے تابع ہونے والوں کی مکمل راہنمائی کی ہے، پیدائش سے لے کر موت تک قدم قدم پر بہترین راہنما اصول بتلائے ہیں، اسی نسبت سے اسلام نے عصبیت کے متعلق ایسے واضح اور قیمتی اصول بیان فرمائے جس سے تعصب اور عصبیت پسندی کی دیواریں ہل گئیں، ان کا وجود لرزنے لگا، اسلام نے انسانیت کو حیوانیت، درندگی، ظلم و استبداد، جبر و مشقت، تعصب و عصبیت سے نکال کر ایسا صالح اور مثالی معاشرہ، جینے کا منظّم نظام عطا کیا جس کی بدولت ہم دنیا و آخرت میں سرخرو ہوسکتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم نے اسلامی تعلیمات سے روگردانی، احکامات کی نافرمانی اور اسوۂ رسولؐ سے بغاوت کی، اور تعصب اور عصبیت کا وہ راستہ اختیار کیا جو ہمیں تباہی کی طرف لے گیا، اسی لیے آج ہم دنیا میں ذلت وعبرت کا نشانہ ٹھہرے اور ٹھہرتے جارہے ہیں۔

اس پرفتن دور میں علاقائی اور لسانی تعصب اور عصبیت اپنے عروج پر ہے۔اس فتنہ نے ملت اسلامیہ کا امن و امان غارت کررکھا ہے، رشتوں کی اہمیت کو نیست و نابود کردیا ہے، اتحاد اتفاق اور پیار و محبت کے ساتھ رہنے والے اسلامی بھائیوں میں نفرت و عداوت کی بیج بودی ہے۔ جبکہ اسلامی احکام کے مطابق خاندان، قبیلوں، برادریوں، ذاتوں، علاقوں، صوبوں اور شہروں کی تقسیم اور ان کی بناء پر انسانوں کی تقسیم فقط شناخت اور پہچان کیلئے ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہیکہ ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت (آدم وحوا) سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا (محض اس لئے) تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو،اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (الحجرات:۱۳) اس آیت کریمہ کے ذریعے قرآن نے رسومِ جاہلیت اور تمام طرح کی عصبیت کی بیخ کنی کی ہے چاہے وہ قومیت پرستی، قبیلہ پرستی، ذات و برادری کی عصبیت، لسانیت وطنیت پرستی ہو، اسلام نے یکسر اس کی مخالفت کی ہے اور صالح معاشرے کے لیے بہترین اصول ارشاد فرمائے ہیں۔ بہرحال یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاندان، برادری اور وطنی و لسانی تقسیم کا مقصد یہ ہیکہ اس کے ذریعہ لوگ ایک دوسرے کی شناخت کرسکیں ایک دوسرے سے تعارف ہوسکے کہ یہ شخص فلاں ملک میں سے فلاں صوبہ کے فلاں شہر کے فلاں قبیلہ اور برادری کے فلاں خاندان سے ہے لیکن افسوس کہ اب یہ تقسیم تعصب کے لیے استعمال ہونے لگی ہے۔اور اسی تعصب اور عصبیت پسندی سے دنیا میں ایک فساد برپا ہے، عصبیت ہمارے معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹنے میں اپنا کردار ادا کررہی ہے، اسی عصبیت نے اسلامی اخوت و بھائی چارگی کو تہس نہس کرڈالا ہے، عصبیت پسندی کی وجہ سے ہم اسلامی اخوت کے اس عظیم نعرے کو بھی پسِ پشت ڈال چکے ہیں، اس یکتا درس کو بھلا بیٹھے جس میں آقائے نامدار حضرت محمد رسولؐ نے ارشاد فرمایا ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے۔'' (مشکوٰۃ)

عصبیت کی نحوست سے معاشرہ متعفن ہو رہا ہے لیکن اس سماجی اور اخلاقی بیماری کے علاج کی فکر بہت کم لوگوں کو ہے اور حد یہ ہے کہ اس مرض میں مبتلا لوگ اپنے کو بیمار نہیں بلکہ صحت مند سمجھتے ہیں۔ اپنی غلطی کو تسلیم نہ کرتے ہوئے دوسروں پر ناحق ظلم و زیادتی کرتے ہیں۔اور اگر انکی حقیقت آشکار ہوجائے تو فیصلہ کو سرتسلیم کرنے کے بجائے اپنے باطل مقاصد کے حصول کیلئے تعصب و عصبیت کے زہر کے پیالے کو آب حیات سمجھ کر پیتے ہیں۔ لیکن یہ بات تو طے ہے کہ جس نے بھی اس زہر کو پیا وہ تعصب کے ان تنگ و تاریک گلیوں کی بھول بھلیوں میں اس طرح بھٹک گیا کہ پھر اسے واپسی کا راستہ نہیں ملا۔ ایسے لوگ جو عصبیت پر مبنی رویہ اختیار کرتے ہیں اور جاہلیت کا نعرہ لگاتے ہیں، اسلام انہیں دل کا گندہ اور معنوی نجاست میں مبتلا قرار دیتا ہے۔ مذہب اسلام عصبیت کو کس قدر ناپسند کرتا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور اکرمؐ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''جس نے عصبیت کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جس نے عصبیت پر قتل کیا اور جو عصبیت پر مرا وہ ہم میں سے نہیں ہے'' (مشکوٰۃ:۴۱۸) اگر یوں کہا جائے کہ تعصب ناسور

(باقی صـ۱۴ـ پر)

۱۸۵۷ء سے پہلے سے جاری تھی تحریک آزادی

تحریر: محمد شارب ضیا رحمانی

اورنگ زیبؒ کی وفات کے بعد یورپ کی وہی سفید فام طاقتیں جن پر عالمگیر کے دادا نے شاہانہ عنایات کی بارش کی تھیں، جن کو شاہجہاں نے شکنجۂ تادیب میں کسا تھا اور خود عالمگیر نے جنہیں پہلے ملک بدر کیا، پھر معاف کرکے تجارت کی اجازت دی تھی، ابھی چند برس ہی گذرے تھے کہ اورنگ زیب کی راجدھانی پر ان غیر ملکی طاقتوں کا تسلط ہو گیا، صوبوں کے گورنر خود مختار ہو گئے اور مغل شہنشاہ ایک 'دعاء گو مرشد' بن کر رہ گیا۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں جنہوں نے سب سے پہلے آزادی کا خواب دیکھا، غلط نظام کو توڑنے کی بات کہی اور عوام وخواص کی سب سے پہلے ذہن سازی کی وہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ ہیں۔ بعد میں آپ کے تلامذہ، شاگردوں اور مریدوں نے اپنے راہنما کے اصولوں کی روشنی میں آزادی کی اہم تحریکیں چلائیں۔

شاہ صاحبؒ کے قلب حساس میں ایک طرف بربادی وطن کا درد تھا، تو دوسری طرف آپ کا مغز بیدار، اسباب کی تلاش اور فکر علاج میں مشغول تھا۔ اس اضطراب میں آپ نے اصلاحی جدوجہد شروع کی اور ذہنی آزادی کا بگل بجایا۔ ۱۷۲۸ء میں آپ نے حجاز مقدس کا سفر کیا اور روحانی مشاغل کے ساتھ ساتھ یورپ اور ایشیاء کے لوگوں سے ان ممالک سے متعلق پوری تفصیلات حاصل کیں۔ اس سفر میں ضمیر کی آواز نے یہ فیصلہ بھی سنادیا کہ ان تباہیوں کا واحد علاج 'فک کل نظام' ہے۔ چنانچہ آپ نے اصلاحی نظریات مرتب کیے اور اپنے عملی واصلاحی پروگرام میں جہاد کا لفظ استعمال کیا۔ ممکن تھا کہ اس زمانہ کے جنگجو سرداروں کی طرح آپ بھی تلوار ہاتھ میں لے لیتے، مگر اس طرح وہ ہمہ گیر انقلاب جو آپ کا نصب العین تھا، پورا نہ ہوتا۔ اس مقصد کی تکمیل اسی وقت ہوسکتی تھی کہ رائے عامہ آپ کے اصلاحی نظریات کو اپنا لیتی۔ اس کے لیے تعلیم وتربیت کی ضرورت اولین تھی۔ چنانچہ تعلیم وتربیت کا انتظام جدوجہد آزادی کا مقدمہ اور پہلا پروگرام طے پایا۔ (علماء ہند کا شاندار ماضی: ۲: ص ۶۲)

سلاطین مغلیہ میں عالمگیر سے لیکر گیارہویں تاجدار شاہ عالم کا زمانہ شاہ صاحب کی نظروں کے سامنے گذرا ہے۔ کم وبیش ہندوستان پر ابدالی کے ۷ حملے آپ کی زندگی میں ہوئے۔ گہرائی سے جائزہ لیں تو کہا جاسکتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی کا ہندستان آنا اور نجیب الدولہ کا امیر الامراء ہوجانا یہ سب کچھ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی سیاسی بصیرت کا ہی نتیجہ تھا۔

اس کے علاوہ پانی پت کا میدان کارزار حقیقت میں شاہ صاحب کا ہی سجا سجایا تھا۔ اگر سلطنت مغلیہ میں تھوڑی بھی جان ہوتی تو پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو قائم کرنے کی کوشش کرتی۔ اس کے ساتھ ہی بہار سے شاہ عالم ثانی کو آپ نے دہلی اسی لیے بلایا تھا کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئیں اور دہلی آ کر اپنی طاقت کا استحکام کرلیں۔ (دیباچہ مکتوبات شیخ الاسلام)

شاہ صاحبؒ کے بعد اس تحریک کی ذمہ داری آپ کے خلف اکبر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے سر آئی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے زمانہ میں دہلی کے حالات مزید ابتر ہوگئے، انگریزوں کا اقتدار اور ان کا ظلم وستم مزید بڑھتا گیا۔ ایسے نازک حالات میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ یقیناً تاریخ جدوجہد آزادی کا گراں قدر باب ہے۔ فک کل نظام اور ہمہ گیر انقلاب کا تصور جو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی وفات تک چند ذہنوں میں مخصوص امانت کی حیثیت سے موجود تھا، اب ملک کا عام جذبہ بن گیا تھا اور اس تحریک کی آواز ہندوستان سے گذر کر ایشیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ آپ کی فکری اور تعلیمی تربیت کا اثر سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک جدوجہد آزادی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

شاہ صاحبؒ نے ہندوستان کو 'دار الحرب' قرار دے کر انگریزوں کے خلاف پہلا فتویٰ دیا۔ آپ کا یہ فتوی فتاویٰ عزیزی ج ۱، ص ۱۰۵ پر موجود ہے۔ فتویٰ کی زبان گو کہ مذہبی ہے، مگر روح سیاسی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ "چونکہ قانون سازی کے سارے اختیارات عیسائیوں کے ہاتھوں میں ہیں، مذہب کا احترام ختم ہے اور شہری آزادی سلب کر لی گئی ہے لہٰذا ہر محبّ وطن کا فرض ہے کہ وہ اس اجنبی طاقت کے خلاف اعلان جنگ کرے اور جب تک اس کو ملک بدر نہ کردے، اس وقت تک زندہ رہنا حرام جانے۔" اس فتوی سے صاف ظاہر ہے کہ شاہ صاحب، انگریزوں کے مظالم سے بلاتفریق مذہب وملت ہر ایک کو آزادی دلانا چاہتے تھے۔ لہٰذا شاہ صاحبؒ نے اپنے لوگوں کو سید احمد کے ساتھ نواب امیر علی خاں کی فوج میں بھرتی کرا کے اپنے فتوی کی عملی شکل بھی پیش کردی۔

(علمائے ہند کا شاندار ماضی ص ۳۹/نقش حیات ج ۲، ص ۱۱)

> **جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ یا سید احمد شہیدؒ کی تحریک سیاسی حیثیت سے ناکام رہی، میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات نیند میں کہہ دی ہے۔ ناکامی کی وجہ، اصول کی خرابی ہوتی ہے۔ جب اصول صحیح ہیں تو پھر ناکامی اور شکست کے کیا معنیٰ؟**

شاہ صاحب نے دو جماعتیں تشکیل کیں۔ ایک کے میر کارواں سید احمد شہیدؒ ہوئے جن کے مشیر اور اہم رکن مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ قرار پائے۔ اس جماعت کو دیگر ممالک سے رابطہ کرنے اور عسکری تربیت کی ذمہ داری دی گئی۔ دوسری جماعت شاہ اسحاق دہلویؒ، شاہ محمد یعقوب دہلویؒ، مفتی رشید الدینؒ، مفتی صدر الدینؒ، مولانا حسن علی لکھنویؒ، مولانا حسین احمد ملیح آبادیؒ اور شاہ عبدالغنیؒ جیسے اصحاب علم وفن پر مشتمل تھی جنہیں تعلیمی میدان میں خدمات انجام دینے کے لیے منتخب کیا گیا۔ آزادی کے متوالوں کا یہ قافلہ ۱۸۱۸ء میں دہلی سے روانہ ہوا اور پورے ملک میں ان رہنماؤں کے ذریعہ اصلاحی خدمات کے سات ساتھ سپاہیانہ ورزشیں بھی کرائی جانے لگیں۔ اس لیے یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی تحریک کی جڑیں نظریاتی، مذہبی اور علمی اعتبار سے مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں جن کو ہندوستان کا سیاسی انقلاب اپنی جگہ سے ہلا نہ سکا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاہ صاحبؒ یا سید احمد شہیدؒ کی تحریک سیاسی حیثیت سے ناکام رہی، میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بات نیند میں کہہ دی ہے۔ ناکامی کی وجہ، اصول کی خرابی ہوتی ہے۔ جب اصول صحیح ہیں تو پھر ناکامی اور شکست کے کیا معنیٰ؟ صحیح اصولوں کو نہ تو تاریخ میں کبھی شکست ہوئی ہے اور نہ ہوگی کیونکہ جو انقلاب صحیح علم کے بعد لایا جاتا ہے، وہ بہت پائیدار اور ناقابل تسخیر ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ تاریخی حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کا مقصد جہاد، ملک کے ہندو اور مسلمانوں کو کمپنی بہادر کے اقتدار سے نجات دلانا تھا مگر یہ ہندوستان کی بدقسمتی تھی کہ پنجاب کے مسلمانوں کی زبوں حالی سے رنجیت سنگھ سے مقابلہ کرنا پڑا اور بالاکورٹ میں ہی مجاہدین کو حیات جاودانی نصیب ہوگئی، مگر اس نے ملک کے اندر انقلابی روح پھونک دی اور ایک ایسی بنیاد قائم کردی جس پر تحریک آزادی کی عمارت کھڑی کی جاسکی۔ سید صاحب کے مقصد کو نہ سمجھنے کی بنا پر بعض مدعیانِ اصلاح وتجدید کو دھوکہ ہوگیا اور اس تحریک کو جہاد آزادی سے الگ سمجھا جانے لگا۔ سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ صرف اور صرف ہندوستان سے انگریزی تسلط کا قلع قمع تھا، اسی بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو بھی شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف یہ بتادیا کہ آزادی کے بعد حکومت کس کی ہوگی، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے چنانچہ اس حوالہ سے گوالیار کے مہاراج دولت رائے اور راجہ بندو رائے کو آپ نے جو خط تحریر فرمایا ہے، اسے غور سے پڑھنا چاہیے۔

ادھر صادق پور پٹنہ میں سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے متاثر ہوکر مولانا ولایت علیؒ، مولانا عنایت علیؒ، مولانا فرحت علیؒ، مولانا احمد اللہؒ اور مولانا یحییٰ علیؒ علمائے صادق پور نے پورے انہماک کے ساتھ اس تحریک کو آگے بڑھایا جس کے نتیجہ میں ان حضرات پر سازش کا مقدمہ چلایا گیا۔ تاریخ آزادی کے صفحات میں ان علمائے صادق پور کی قربانیاں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

۱۸۵۷ء سے پہلے کی جدوجہد آزادی میں تحریک شاہ ولی اللہی کے جانبازوں کے علاوہ ایک اہم نام حافظ الملک رحمت خاں کا ہے۔ حافظ الملک رحمت خاں نے نواب سعد اللہ خاں کے انتقال اور روہیل کھنڈ کے حاکم بننے کے بعد ملک دشمن طاقتوں کے خلاف خوب لوہا لیا اور انگریزوں کے ناکوں چنے چبوائے۔ آپ کی فوج میں علماء ومشائخ کی بڑی تعداد تھی جن میں سب سے مشہور مولانا سید احمد کی ذات گرامی تھی، ان کا عرفی نام 'شاہ جی بابا' تھا۔ ۱۷۴۹ء میں حافظ الملک نے آپ کو نواب قائم خاں کے پاس سفیر بنا کر بھیجا تھا، اسی طرح حافظ الملک کی فوج کے حافظ جمال اللہ کا نام ۱۷۷۴ء کی جنگ کے سپاہیوں میں سرفہرست ہے۔ ان کے علاوہ مولانا غلام جیلانی بہادر نے ۱۷۸۱ء میں انگریزوں کے خلاف جنگ میں فیض اللہ خاں کے سپاہیوں کی قیادت فرمائی۔

(اخبار الصنادید، ج ۱، ص ۳۸۵)

ان کے علاوہ سینکڑوں علماء حافظ الملک رحمت خاں کے ساتھ محاذ پر رہتے۔ ۱۷۷۴ء کی جنگ میں تو بہت سارے علماء کو گرفتار کرکے لے جایا گیا جن میں قاضی محمد سعید خاں بھی شامل تھے۔ جنگ دوجوڑہ، تحریک آزادی میں انتہائی اہمیت رکھتی ہے یہ جنگ ۱۸۵۷ء سے بہت پہلے ۲۴/اکتوبر ۱۷۹۴ء کو لڑی گئی جس میں ملا عبدالرحیم رامپوری اور مولانا غلام جیلانی نے روہیلیوں کے ساتھ مل کر انگریزوں کے خلاف پیش قدمی کی تھی۔ اس کے علاوہ ۱۸۴۴ء میں مولانا شریعت اللہ نے فرائضی تحریک چلائی۔ اس تحریک نے تقریباً ساٹھ برسوں تک اپنی جدوجہد کو جاری رکھا یہاں تک کہ انگریزوں کا مکمل بائیکاٹ کر کے ایک نوع کی متوازی حکومت قائم کردی تھی۔ (سرگذشت مجاہدین، ص ۶۱۲)

کیرالہ میں جو جنگیں انگریزوں کے خلاف لڑی گئیں وہ بھی تو ۱۸۵۷ء سے پہلے کی ہی تاریخ کا حصہ ہیں۔ ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۰ء تک علماء کیرالہ نے کئی معرکے انگریزوں کے خلاف سر کیے۔ (المسلمون فی کیرالہ، ص ۵۹) مجاہدین آزادی کی اس فہرست میں ایک اہم نام مولانا احمد اللہ شاہ کا ہے۔ آپ جے پور، ٹونک، دہلی، آگرہ اور گوالیار کا دورہ کرکے انگریزوں کے خلاف بغاوت کا عمومی جذبہ پیدا کرتے رہے تا آنکہ اکتوبر ۱۸۵۶ء میں لکھنو تشریف لائے اور فقیرانہ لباس میں اپنا کام کرتے رہے، انگریزوں نے گرفتاری کے لیے مسلح دستہ روانہ کیا، یہ جنگ دس دنوں تک چلی، پھر ۸/جون ۱۸۵۷ء کو فیض آباد میں زبردست بغاوت ہوئی، انگریز افسروں کو قید کرلیا گیا اور آپ کو جیل سے چھڑا کر انقلابیوں کے لیڈر منتخب کیے گئے۔ (محاربہ عظیم، ص ۴۵۳)

ان سب کے علاوہ ۱۸۵۷ء سے ٹھیک سو برس پہلے ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ اور انگریزوں کے خلاف زبردست جنگ ہوئی، پھر ۱۷۶۳ء میں بنگال کے نواب میر قاسم نے انگریزوں کے خلاف جنگ لڑی۔ پھر ایک سال بعد شجاع الدولہ کے ساتھ مل کر میر قاسم نے بکسر کے مقام پر تاریخی جنگ لڑی۔ اس کے علاوہ ۱۷۸۸ء کی ٹیپو سلطان کی انگریزوں کے خلاف اس جنگ کو کون بھول سکتا ہے جس میں اس مرد مجاہد کی شہادت ہوئی اور شہادت کے بعد سینے پر پاؤں رکھ کر انگریز سپہ سالار نے کہا تھا "آج ہندوستان ہمارا ہے" انگریزوں کے خلاف ٹیپو سلطان کی زبردست محاذ آرائی ۱۸۵۷ء کی بغاوت سے نصف صدی قبل کی ہے۔

یہ مختصر سا خاکہ یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر کو پہلی جنگ آزادی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس سے قبل سو برس پر محیط جدوجہد آزادی کی وسیع تاریخ ہے جس کا انکار ناممکن ہے۔ ان تمام تاریخی حقائق اور اتنی طویل تاریخ جنگ آزادی کے بعد ۱۸۵۷ء کی بغاوت کو پہلی جنگ آزادی قرار دینا غلط ہے اور اس طرح تاریخی حقائق کو غلط طور پر پیش کرنا اور گمراہ کن معلومات کو عام ذہن کے سامنے لانا وطن کی آزادی کی طویل تاریخ کو تدریجاً مٹا دینے کی سازش کا ممکنہ طور پر حصہ ہے۔ حالانکہ:

کس کس جگہ بیاضِ وطن سے تم مٹاؤ گے
ہر ہر ورق پہ مہر وفا رقم کر چکے ہیں ہم ◻◻

عالمی خبریں

داعش افغانستان سے امریکہ پر اگلے سال حملہ کرسکتا ہے: پنٹاگون

امریکہ میں پنٹاگون حکام نے کانگریس کو بتایا ہے کہ افغانستان میں دولت اسلامیہ خراسان چھ ماہ میں امریکہ پر حملہ کرسکتا ہے اور وہ ایسا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا ہے۔ برطانوی خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق ڈیفنس فار پالیسی میں انڈر سیکریٹری کولن کاہل کا کہنا تھا کہ انٹیلیجنس کمیونٹی نے حال ہی میں جائزہ لیا ہے کہ افغانستان میں دولت اسلامیہ خراسان اور القاعدہ کا امریکہ سمیت بیرون ملک کارروائیوں کا ارادہ ہے، لیکن وقتی طور پر ان کے پاس ایسا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں لگتا ہے کہ چھ ماہ سے ایک سال کے اندر دولت اسلامیہ خراسان یہ صلاحیت پیدا کرسکتی ہے۔ کولن کاہل کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ افغانستان سے امریکہ کے انخلا کے باوجود امریکہ کو افغانستان کی سرزمین سے خطرہ ہے۔ طالبان داعش کے دشمن ہیں جس نے اقلیتی شیعہ کمیونٹی پر خود کش حملوں کے علاوہ طالبان پر بھی حملے کیے ہیں۔ سینیٹ کی مسلح سروسز کمیٹی کے سامنے کولن کاہل نے کہا کہ ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ امریکی انخلا کے بعد طالبان کے پاس دولت اسلامیہ کے ساتھ موثر طور پر لڑنے کی صلاحیت ہے یا نہیں۔ ہمارا تجزیہ یہ ہے کہ طالبان اور دولت اسلامیہ خراسان ابدی دشمن ہیں۔ طالبان اس کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے ہیں، لیکن ابھی یہ دیکھنا باقی ہے کہ ان کے پاس یہ صلاحیت ہے۔

افغانستان میں فاقوں سے مرنے کی صورتحال پیدا ہو رہی ہے: اقوامِ متحدہ

اقوام متحدہ نے کہا ہے کہ اگر افغانستان کو تباہی کے دہانے سے نکالنے کے لیے فوری اقدامات نہ کیے گئے تو بچوں سمیت لاکھوں افغان شہری بھوک سے مر سکتے ہیں۔ خبر رساں ادارے روئٹرز کے مطابق اقوام متحدہ کے خوراک کے ادارے نے افغانستان کو انسانی بحران سے نکالنے کے لیے منجمد فنڈز کو بحال کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ عالمی ادارہ خوراک کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈیوڈ بیسلے نے روئٹرز کو بتایا کہ افغانستان کی نصف سے زیادہ آبادی کو شدید غذائی عدم تحفظ کا سامنا ہے۔ ان کے مطابق بچے مر جائیں گے۔ لوگ فاقوں سے مر جائیں گے۔ صورتحال مزید خراب ہونے جا رہی ہے۔ افغانستان پر طالبان کے کنٹرول حاصل کرنے کے بعد اگست میں افغانستان بحران میں چلا گیا تھا اور غیر ملکی امداد کا سلسلہ بھی بند ہو گیا تھا۔ ڈیوڈ بیسلے نے کہا کہ ہم جس چیز کی پیشین گوئی کر رہے تھے وہ ہماری توقع سے کہیں زیادہ تیزی سے سچ ثابت ہو رہی ہے۔ کابل کا سقوط بھی توقع کے برخلاف ہوا اور معیشت اس سے زیادہ تیزی سے گر رہی ہے۔

اسرائیل کا یہودی آبادکاروں کیلئے تین ہزار گھروں کا منصوبہ

یہودی آبادکاروں کے لیے مغربی کنارے میں نئے گھروں کے معاملے پر اسرائیل ممکنہ طور پر رواں ہفتے پیش رفت کرے گا۔ یہ بات آبادکاری پر نظر رکھنے والے ایک گروپ نے کی ہے۔ خبر رساں ادارے ایسوسی ایٹیڈ پریس کے مطابق مغربی کنارے میں تقریباً تین ہزار نئے گھروں کے منصوبے پر امریکہ پہلے ہی متفق نہیں ہے۔ امریکہ نے ممکنہ منظوری پر خدشات کا اظہار کیا تھا۔ آبادکاری سے متعلق امور پر نظر رکھنے والے گروپ پیس ناؤ کی حاجیت عفران کا کہنا ہے کہ ایک کمیٹی ممکنہ طور پر دو ہزار ۸۰۰ رہائشی یونٹس کی منظوری کے لیے ملاقات کرے گی۔ اس اقدام سے ایک فلسطینی ریاست قائم کرنے کی کوششیں مزید پیچیدہ ہو جائیں گی۔

خسارے سے بچنے اور نفع حاصل کرنے کا قرآنی نسخہ

تحریر: مولانا ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی

سورۃ العصر کا آسان ترجمہ: قسم ہے زمانے کی کہ ہر انسان بڑے خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انہوں نے اچھے کام کئے، اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی، اور آپس میں تاکید کرتے رہے صبر وتحمل کی۔

سورۃ العصر کی خاص فضیلت

یہ قرآن کریم کی بہت مختصر سی سورت ہے، جس میں چودہ کلمات پر مشتمل صرف تین آیات ہیں، لیکن ایسی جامع ہے کہ بقول حضرت امام شافعیؒ (۱۵۰ھ۔۲۰۴ھ) کہ اگر لوگ اس سورت کو غور وفکر اور تدبر کے ساتھ پڑھ لیں تو دین ودنیا کی درستی کے لئے کافی ہوجائے۔ (ابن کثیر) حضرت عبد اللہ ابن حصینؓ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کرام میں سے دو شخص آپس میں ملتے تو اس وقت تک جدا نہ ہوتے جب تک ان میں سے ایک دوسرے کے سامنے سورۃ العصر نہ پڑھ لے۔

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے العصر کی قسم کھائی ہے، جس سے مراد زمانہ ہے کیونکہ انسان کے تمام حالات، اس کی نشو ونما، اس کی حرکات وسکنات، اعمال اور اخلاق سب زمانے کے لیل ونہار میں ہی ہونگے۔ جہاں تک قسم کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ کے کلام میں قسم کے بغیر بھی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ بندوں پر رحم فرماکر، کسی حکم کی خصوصی تاکید اور اس کی اہمیت کی وجہ سے قسم کھاکر کوئی حکم بندوں کو کرتا ہے تاکہ بندے اس حکم کی اہمیت کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں اور حکم بجالانے میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ البتہ یاد رکھیں کہ انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کے نام کے علاوہ کسی چیز کی قسم کھانا جائز نہیں ہے جیسا کہ نبی اکرمؐ کی واضح تعلیمات احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، مثلاً لوگوں کا کہنا تیرے سر کی قسم یا تیری قسم وغیرہ، اس طرح کے الفاظ کے ساتھ قسم کھانا جائز نہیں ہے۔ ویسے تو قسم کھانے سے ہی بچنا چاہئے کیونکہ قسم کھاکر کوئی بات کہنا ترغیبی عمل نہیں ہے، لیکن اگر کسی موقع پر قسم کھانی ہی پڑے تو صرف اللہ کے نام کی قسم کھانی چاہئے۔

''الانسان'' میں الف لام جنس کے لئے ہے، جو استغراق کے معنی میں ہے، یعنی قیامت تک آنے والا ہر ہر انسان اس حکم میں داخل ہے خواہ مرد ہو یا عورت، غریب ہو یا مالدار، طاقت ور ہو یا کمزور، بوڑھا ہو یا نوجوان، بادشاہ ہو یا غلام۔ ''خسر'' قرآن کریم میں انسان کے نفس یا مال یا اہل وعیال یا دنیا وآخرت کے خسارہ کو متعدد جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اشرف المخلوقات (انسان) کے خسارہ سے اللہ کی مراد کیا ہے؟ یہ سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ''اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ'' جملہ اسمیہ ہونے کی وجہ سے اس میں تاکید موجود ہے۔ عربی زبان میں لفظ اِنَّ کا استعمال تاکید کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قسم کھاکر اس بات کو بیان کرنا شک وشبہ کی کسی گنجائش کو بالکل بھی ختم کردیتا ہے۔ نفع میں کمی یا بالکل نفع نہ ہونا نقصان کہلاتا ہے لیکن اگر راس المال (Capital) ہی ختم ہوجائے تو اسے خسارہ کہتے ہیں۔ اس آیت میں صرف جان یا مال کا خسارہ مراد نہیں بلکہ انسانی خسارہ مراد ہے، جس کا کوئی بدل ممکن نہیں ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قسم کھاکر بہت زیادہ تاکید کے ساتھ یہ بات بیان فرمائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ التین میں چار چیزوں (انجیر، زیتون، طور سینا کا پہاڑ اور مکہ مکرمہ) کی قسم کھاکر ارشاد فرمایا: ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے، پھر ہم اسے پستی والوں میں سب سے زیادہ نچلی حالت میں کردیتے ہیں، یعنی جہنم میں پھینک دیتے ہیں، سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے، تو اُن کو ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ غرضیکہ اگر ہم نے شیطان اور نفس کی خواہش کے خلاف اور اللہ کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش نہیں کی تو ناکامی ہے۔

ہمیشہ ہمیشہ کی کامیابی کے حصول کے لئے سونے سے بھی زیادہ قیمتی چیز یعنی وقت کا صحیح استعمال کرنا پڑتا ہے۔ ہر سیکنڈ ہماری عمر کم ہورہی ہے اور ہم برابر اپنی موت کے قریب ہوتے جارہے ہیں، کسی بھی وقت موت کا فرشتہ ہماری روح قبض کرنے آسکتا ہے۔ ہمارا جو لمحہ بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی میں گزر رہا ہے وہ ہمیں خسارہ کی طرف لے جارہا ہے۔

اس مختصر سورہ میں انسان اور پوری کائنات کو پیدا کرنے والے نے زمانہ کی قسم کھاکر ارشاد فرمایا کہ ہر انسان بڑے خسارے اور نقصان میں ہے، اور اس خسارے سے صرف وہی لوگ بچ سکتے ہیں جن کے اندر چار صفات موجود ہوں۔

(۱) اللہ اور رسول پر ایمان لانا، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تعلیمات پر ایمان لانا: اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا دل سے یقین کرنا اور زبان سے اقرار کرنا کہ اللہ ہی اس پوری کائنات کو پیدا کرنے والا ہے۔ اسی نے انس وجن، آسمان، زمین، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے، آگ، پانی، ہوا، جانور، پرند، درند، درخت اپنی قدرت سے پیدا کئے۔ وہی سارے جہاں کا پالنہار ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کی اولاد۔ وہ ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہے گا۔ خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے۔ کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا جس کا اسے علم نہ ہو، اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے پاس ایک کھلی کتاب میں درج نہ ہو۔ ممکن ہے کہ ہماری عقلیں اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہوں مگر سینکڑوں دنیاوی امور سمجھنے نہ آنے کے باوجود ہم اُن کے آگے سر جھکا دیتے ہیں مثلاً ہماری عقلیں یہ بھی سمجھنے سے قاصر ہیں کہ انسان دنیا میں کیوں آتا ہے؟ اور نہ جانے کی خواہش کے باوجود صرف ۶۰-۷۰ سال کی عمر میں کیوں چلا جاتا ہے؟ ہاں ہماری عقلیں یہ ضرور تسلیم کرتی ہیں کہ ساری کائنات خود بخود پیدا نہیں ہوگئیں، یقیناً ان ساری چیزوں کو پیدا کرنے والی ایک ذات ہے، وہی اللہ ہے، جس کو ہم اپنی عقلوں سے نہیں سمجھ سکتے، البتہ اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کرکے اللہ کی طاقت اور قدرت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے، چنانچہ آج بھی دنیا کی آبادی کا بہت بڑا حصہ اللہ کی ذات کو ضرور مانتا ہے۔

انس وجن کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ ہماری دنیاوی زندگی کیسے عبادت بنے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو منتخب فرماکر نبی ورسول بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ نبی ورسول کے پاس اپنے احکام نازل فرماتا ہے کہ کیا کام کرنا ہے اور کیا کام نہیں کرنا، کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا۔ نبی ورسول اپنے قول وعمل سے لوگوں کو رہنمائی کرتا ہے۔ نبیوں کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کرام سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کسی قبیلہ یا علاقہ یا وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالمی رسالت سے نوازا گیا۔ اللہ کے رسول پر ایمان لانے کا مطلب یہی ہے۔

اسی طرح قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمارا یہ ایمان ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے بعد اخروی زندگی شروع ہوتی ہے، جہاں کی کامیابی کا دارومدار دنیاوی زندگی میں نیک اعمال کرنے پر ہے جیسا کہ اسی سورت میں آگے بیان ہے۔ کامیاب لوگ جنت میں جائیں گے جہاں اللہ تعالیٰ نے راحت وسکون کے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ اور ناکام لوگ جہنم کی دہکائی ہوئی آگ میں ڈالے جائیں گے، جہاں کی آگ کی گرمی دنیاوی آگ سے ۶۹ گنا زیادہ ہے۔

(۲) نیک اعمال کرنا: انسان کی کامیابی کے لئے دوسری بنیادی شرط نیک عمل ہے۔ نیک عمل کے لئے دو بنیادی شرطیں ہیں: پہلی عمل خالص اللہ کی رضامندی کے لئے کیا جائے۔ دوسری تمام نبیوں کے سردار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق کیا جائے، خواہ عمل کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے یا معاشرت سے یا اخلاق سے۔

(۳) حق کی نصیحت کرنا: یعنی ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والے لوگ ایک دوسرے کو دین اسلام کی نصیحت کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ اچھی باتوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ (سورۃ التوبہ ۷۱) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی صفات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کو نماز وروزہ بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے بھی قبل ذکر کیا جس سے یقیناً اس کام کی اہمیت وتاکید معلوم ہوتی ہے۔ دین اسلام کی دعوت دینا خود ایک نیک عمل ہے مگر امت محمدیہ امت مبعوثہ ہے، جس کا مقصد دعوت الی الخیر ہے، آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اس حقیقت پر شاہد ہیں، چنانچہ فرمان الٰہی ہے: (مسلمانو!) تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے فائدہ کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم اچھائیوں کا حکم کرتے ہو، برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔ (سورۃ آل عمران ۱۱۰) مفسرین کا اتفاق ہے کہ اس امت کا بہترین اور خیر امت ہونا اس کے داعی ہونے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری انجام دینے کی وجہ سے ہے، اسی لئے اس ذمہ داری کو اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر ذکر فرمایا۔

۴۔ صبر کی تلقین کرنا: یعنی ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن کریم میں جگہ جگہ صبر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ مثلاً: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے راستہ میں قتل ہوں اُن کو مردہ نہ کہو۔ دراصل وہ زندہ ہیں۔ مگر تم کو (اُن کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا۔ اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال وجان اور پھلوں میں کمی کرکے۔ اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں اُن کو خوشخبری سنا دو۔ (سورۃ البقرہ ۱۵۳۔۱۵۵) اسی طرح فرمان الٰہی ہے: اے ایمان والو! صبر کرو اور دشمن کے مقابلہ میں ڈٹے رہو۔ (سورۃ آل عمران ۲۰۰) قیامت تک آنے والے انس وجن کے (باقی ص۱۴ پر)

انس وجن کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ ہماری دنیاوی زندگی کیسے عبادت بنے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو منتخب فرماکر نبی ورسول بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ نبی ورسول کے پاس اپنے احکام نازل فرماتا ہے کہ کیا کام کرنا ہے اور کیا کام نہیں کرنا، کیا کھانا ہے اور کیا نہیں کھانا۔ نبی ورسول اپنے قول وعمل سے لوگوں کو رہنمائی کرتا ہے۔ نبیوں کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوکر حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام جیسے جلیل القدر انبیاء کرام سے ہوتا ہوا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا کیونکہ آپؐ کی نبوت کسی قبیلہ یا علاقہ یا وقت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ آپؐ کو عالمی رسالت سے نوازا گیا۔

بچوں کا گوشہ
ظالم بادشاہ کا انجام (۲)

بادشاہ کے فوجیوں میں ذاکر نام کا ایک نوجوان تھا۔ اس کا باپ بوڑھا تھا جس کی عمر ساٹھ سال کی ہوچکی تھی۔ بادشاہ کے سفید ریش بوڑھوں کو قتل کرنے کے حکم کے بعد ذاکر نے اپنے باپ کو ایک جگہ چھپا دیا تھا۔ اب جب جنگ پر جانے لگا تو اپنے باپ کو الوداع کہنے کے لیے اس کے پاس آیا۔ بوڑھے نے اپنے بیٹے سے کہا: ''بیٹے! اب چلے جاؤ گے اور پھر جانے لوٹ کر آؤ کہ نہ آؤ۔ تمہارے سوا میرا کون ہے جو میری خبر گیری کرے۔ جب تک تم باہر رہوگے میں یہاں اکیلے کیسے زندہ رہوں گا؟ بہتر ہوگا کہ تم بادشاہ سے جاکر کہو کہ وہ مجھے مروا ڈالے۔ تم مجھے دفن کرکے پھر چلے جانا، نہیں تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔

اپنے باپ کو اس حالت میں چھوڑ کر چلے جانے کا ذاکر کا دل نہ چاہا۔ اس نے ایک صندوق بنوایا اور بوڑھے باپ کو اس کے اندر چھپا کر اپنے ساتھ لے گیا۔ بادشاہ اپنی فوج کو لے کر ایک لمبے سفر پر نکل گیا۔ وہ چلتے چلتے ایک اونچے پہاڑ کے دامن میں پہنچا۔ وہاں ایک بڑا دریا ملا جس کا پانی شور مچاتا اور جھاگ اڑاتا ہوا بہہ رہا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس دریا کے کنارے پڑاؤ ڈالا جائے۔

چاندنی رات تھی۔ بادشاہ کنارے پر بیٹھا دریا کے صاف شفاف پانی کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ دریا کی تہہ میں دو ہیرے کچھ اس طرح چمک رہے تھے جس طرح اندھیری رات میں تابناک تارے چمکتے ہیں۔ بادشاہ نے فوراً اپنے ایک فوجی کو بلاکر حکم دیا۔ دریا میں غوطہ لگاکر ان ہیروں کو نکال لاؤ۔ ایک فوجی نے دریا میں غوطہ لگایا، لیکن بہت دیر تک واپس نہ آیا تو دوسرا فوجی پانی میں کودا۔ وہ بھی دریا کی گہرائیوں میں کھوکر رہ گیا۔ ایسے کرکے کئی فوجی دریا کی لہروں میں گم ہوگئے لیکن ظالم بادشاہ کو اپنے سپاہیوں کی جانوں سے زیادہ عزیز وہ ہیرے تھے۔ ذاکر نے دیکھا تو اپنے باپ کے پاس گیا اور روتے ہوئے ان سے کہا: ''ابا جان! الوداع مجھ سے جو خطا ہوئی ہو اسے معاف کردیجیے گا۔'' ''کیا بات ہے بیٹے؟'' بوڑھے نے پریشان ہوکر پوچھا۔ ذاکر نے سارا حال اپنے والد کو سنایا تو انھوں نے پوچھا: ''بتاؤ تو سہی دریا کے کنارے پر کوئی درخت ہے؟'' (جاری)

گوشۂ خواتین
گھڑی بھر کی واہ واہ، عمر بھر کی آہ آہ! (۲)

اب ذرا ان کونڈوں کی کہانی بھی سن لو۔ کسی زمانہ میں دلّی شہر میں بی بی فاطمہؓ کے کونڈوں کا بڑا رواج تھا، اسے بی بی کی صحنک کہتے تھے۔ کنواری لڑکیاں نہا دھوکر آتیں اور ان کونڈوں کا مالیدہ یا میٹھی پوریاں کھاتیں۔ دلّی کے کسی بڑے مولانا نے وعظ فرمایا کہ یہ کونڈے اسلام میں کہیں نہیں ہیں اور ان کا کرنا اپنے کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے۔ یہ بات شدہ شدہ بادشاہ بیگم تک پہنچی۔ کونڈے بادشاہ بیگم بھی کرتی تھیں اور ان کی ہی دیکھا دیکھی اور سناسنی دلّی کی عورتوں میں زیادہ رواج ہوگیا تھا۔ بادشاہ بیگم نے حکم دیا کہ مولانا کو حاضری کیا جائے۔ مولانا بڑے عالم اور دلّی کے بڑے اونچے خاندان سے تھے اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ تشریف لائے تو بادشاہ بیگم نے پردہ کی آڑ سے پوچھا: کیا آپ بی بی فاطمہؓ کی صحنک کو منع کرتے ہیں؟ اور یہ کہتے ہیں کہ ان کا کرنا اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن بنانا ہے؟ مولانا نے برجستہ جواب دیا: میں کیوں منع کرتا، بی بی کے ابا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفاعت کا ہمیں بھروسہ ہے منع فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''جو کوئی دین میں نئی بات کا رواج دے گا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔''

پھر ایسی دردانگیز تقریر کی اور دوزخ کے عذاب کا ایسا نقشہ کھینچا کہ بادشاہ، بادشاہ بیگم، خواصین اور خادمائیں سب زار زار رونے لگیں اور توبہ توبہ کرنے لگیں۔ بادشاہ بیگم ہچکیاں لیتے ہوئے بولیں:

''ہمیں معلوم نہ تھا کہ بی بی کے ابا اور ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناخوش ہوتے ہیں۔ مولانا آپ گواہ رہئے کہ ہم آئندہ کونڈے ہرگز نہ کریں گے۔''

اور بھئی اس مسلمان کی عقل کو کہاں تک رویا جائے۔ اخبار میں خبر آئی ہے کہ شاہجہاں پور کے کسی مسلمان نے گڈے اور گڑیا کی شادی ایسی دھوم دھام سے کی کہ شہر بھر میں چرچا ہوگیا۔ شادی کے جوڑے، برتن، تانبہ کے الگ، پیتل کے الگ، مسہریاں، پلنگ، کرسیاں اور میزیں، لحاف اور توشکیں، پلنگ کی دریا، فرشی دریاں، ریشمی اور سادہ جوڑے، چوتھی کا الگ، چالے کا الگ، سبز جوڑا الگ، سردی اور گرمی کا الگ، پھر اسے سارے شہر میں ہاتھی اور گھوڑوں کے جلوس سے نکالا گیا، سن رہی ہو بیگم! (جاری)

صفحہ تحفظ ختم نبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول (۲)

تحریر: مولانا محمد منظور نعمانیؒ

(۲) اسی طرح کی ایک دوسری یہ بات بھی اس مسئلہ پر غور کرتے وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جس کی اطلاع قرآن مجید میں بالاجمال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دی گئی ہے، اس وقت ہوگا جبکہ قیامت بالکل قریب ہوگی اور اس کی قریب ترین علامات کبریٰ کا ظہور شروع ہو چکا ہوگا۔ مثلاً آفتاب بجائے مشرق کے مغرب کی جانب سے طلوع ہونا اور دابۃ الارض کا خارق عادت طریقہ پر زمین سے پیدا ہونا اور وہ کرنا جس کا ذکر صحیح احادیث میں ہے، گویا اس وقت قیامت کی صبح صادق ہو چکی ہوگی اور نظام عالم میں تبدیلی کا عمل شروع ہو چکا ہوگا اور لگاتار وہ خوارق وحوادث رونما ہوں گے جن کا آج تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ (انھیں میں سے دجال کا خروج اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول بھی ہوگا۔)

حضرت مسیح علیہ السلام جب تک ہماری انسانی دنیا میں رہے، انسانی ضروریات اور تقاضے بھی ان کے ساتھ رہے لیکن جب وہ انسانی دنیا سے عالم سماوات اور عالم ملکوت کی طرف اُٹھا لیے گئے تو وہ ان ضروریات اور تقاضوں سے فرشتوں ہی کی طرح بے نیاز ہو گئے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول یا دجال کے خروج وظہور کا اس بنا پر انکار کرنا کہ ان کی جو نوعیت اور تفصیل حدیثوں میں بیان کی گئی ہے وہ ہماری عقل میں نہیں آتی، بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ قیامت اور جنت و دوزخ کا اس وجہ سے انکار کر دیا جائے کہ ان کی جو تفصیلات خود قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہیں ان کو ہماری عقلیں ہضم نہیں کرسکتیں، جو لوگ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں ان کی اصل بیماری یہ ہے کہ وہ خداوند قدوس کی معرفت سے محروم اور اس کی قدرت کی وسعت سے ناآشنا ہیں۔

(۳) مسئلہ حیاتِ مسیح ونزولِ مسیح پر غور وفکر کرتے وقت ایک تیسری بات یہ بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ قرآن مجید کے بیان اور ہم مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح ہماری اس دنیا میں نہیں ہیں، جہاں کا عام فطری نظام یہ ہے کہ آدمی کھانے پینے کی جیسی ضروریات اور تقاضوں سے بے نیاز نہیں ہوتا بلکہ وہ عالم سماوات میں ہیں جہاں اس طرح کی کوئی ضرورت اور کوئی تقاضا نہیں ہوتا جیسا کہ فرشتوں کا حال ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اگرچہ ماں کی طرف سے انسانی نسل سے ہیں، لیکن ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے 'کلمہ' سے اس کے فرشتے روح القدس کے توسط سے ہوئی اس لیے وہ جب تک ہماری انسانی دنیا میں رہے، انسانی ضروریات اور تقاضے بھی ان کے ساتھ رہے لیکن جب وہ انسانی دنیا سے عالم سماوات اور عالم ملکوت کی طرف اُٹھا لیے گئے تو وہ ان ضروریات اور تقاضوں سے فرشتوں ہی کی طرح بے نیاز ہو گئے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی ایک کتاب ہے 'الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح' (جو دراصل عیسائیوں کے رد میں لکھی ہے) اس میں ایک جگہ گویا اسی سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ''حضرت مسیح علیہ السلام جب آسمان پر ہیں تو ان کے کھانے پینے جیسی ضروریات کا کیا انتظام ہے'' شیخ الاسلام نے تحریر فرمایا ہے:

فلیست حالہ کحالۃ اھل الارض فی الاکل و الشرب و اللباس و النوم والغائط والبوال و نحو ذالک. ترجمہ: (وہاں آسمان پر) کھانے پینے اور لباس اور سونے کی جیسی ضروریات اور تقاضوں کے معاملہ میں ان کا حال زمین والوں کا سا نہیں ہے۔ (وہاں وہ فرشتوں کی طرح ان چیزوں سے بے نیاز ہیں۔)

امید ہے کہ ان اصولی باتوں کو پیش نظر رکھا جائے گا تو حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ونزول کے بارے میں وہ شبہات اور وساوس انشاء اللہ پیدا نہ ہوں گے جو عقلوں کی خامی، ایمان کے ضعف اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت سے ناآشنائی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد نزولِ عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا مطالعہ کیا جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، یقیناً قریب ہے کہ نازل ہوں گے تم میں (یعنی مسلمانوں میں) عیسیٰ بن مریم عادل حاکم کی حیثیت سے، پھر توڑیں گے وہ صلیب کو اور قتل کرائیں گے خنزیروں کو اور ختم کر دیں گے جزیہ اور کثرت و بہتات ہوگی مال کی۔ یہاں تک کہ کوئی قبول نہیں کرے گا اس کو تا آنکہ ہوگا اس وقت ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر۔ پھر کہتے تھے ابوہریرہ کہ اگر (قرآن سے اس کا ثبوت چاہو تو) پڑھو (سورۂ نساء کی یہ آیت) وان من اھل الکتاب... الآیۃ (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اور سب ہی اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ضرور بالضرور ایمان لے آئیں گے اور قیامت کے دن وہ ان کے بارے میں شہادت دیں گے۔'' (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد میں حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول اور ان کے چند اہم اقدامات اور کارناموں کا ذکر فرمایا اور امت کو اس کی اطلاع دی ہے، چونکہ یہ مسئلہ غیر معمولی تھا اور بہت سے کوتاہ عقل اور ضعیف الایمان لوگوں کو اس میں شک و شبہ ہوسکتا تھا، اس لیے آپ نے اس کو قسم کے ساتھ ذکر فرمایا۔ سب سے پہلے فرمایا: والذی نفسی بیدیہ (اس خداوند پاک کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے) اس کے بعد مزید تاکید کے لیے فرمایا: لَیُوْشِکَنَّ (یقیناً قریب ہے) یہ بھی نزولِ مسیح علیہ السلام کے یقینی اور قطعی ہونے کی ایک تعبیر ہے، جس طرح قرآن مجید میں قیامت کے بارے میں فرمایا گیا: اقتربت الساعۃ (قیامت قریب ہی ہے) مطلب یہ ہے کہ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں سمجھنا چاہیے کہ بس آنے ہی والی ہے۔ بہرحال قسم کے بعد لیوشکن کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو اطلاع دی جارہی ہے وہ قطعی اور یقینی ہے۔ قسم اور لیوشکن کے ذریعہ مزید تاکید کے بعد جو اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو اس ارشاد میں دی، اس کو واضح اور عام فہم الفاظ میں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے کہ یقیناً یہ ہونے والا ہے کہ قیامت سے پہلے عیسیٰ بن مریم اللہ کے حکم سے عادل حاکم کی حیثیت سے تم مسلمانوں میں (یعنی اس وقت ان کی حیثیت مسلمانوں ہی میں کے ایک عادل حاکم اور امیر کی ہوگی) اور وہ اپنی حاکمانہ حیثیت سے جو اقدامات کریں گے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صلیب جو بت پرستوں کے بتوں کی طرح عیسائیوں کا گویا بت بن گئی ہے، اور جس پر ان کے انتہائی گمراہ کن اور موجب کفر عقیدہ کفارہ کی بنیاد ہے، اس کو توڑ دیں گے، توڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی جو تعظیم اور ایک طرح کی پرستش عیسائیوں میں ہو رہی ہے اس کو ختم کر دیں گے۔ الغرض اس صلیب شکنی کا مطلب وہی سمجھنا چاہیے جو ہماری زبان میں بت شکنی کا سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک دوسرا اقدام ان کا یہ ہوگا کہ خنزیروں کو قتل کرائیں گے۔ عیسائیوں کی ایک بڑی گمراہی اور دین عیسوی میں ایک بڑی تحریف یہ بھی ہے کہ خنزیر (جو تمام آسمانی شریعتوں میں حرام رہا ہے) اس کو انھوں نے جائز کر لیا ہے۔ بلکہ وہ ان کی مرغوب ترین غذا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نہ صرف یہ کہ اس کی حرمت کا اعلان فرمائیں گے بلکہ اس نسل ہی کو نیست ونابود کر دینے کا حکم دیں گے۔ اس کے علاوہ ان کا ایک خاص اقدام یہ بھی ہوگا کہ وہ جزیہ کے خاتمہ کا اعلان فرما دیں گے (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ ارشاد رما دیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فیصلہ اور اعلان اسی کی بنیاد پر ہوگا۔ اپنی طرف سے اسلامی شریعت وقانون میں تبدیلی نہیں ہوگی) آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانہ میں مال و دولت کی ایسی کثرت اور بہتات ہوگی کہ کوئی کسی کو دینا چاہے گا تو وہ لینے اور قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور اس کے مقابلہ میں آخرت کے اجر وثواب کی طلب ورغبت اللہ کے بندوں میں اس درجہ پیدا ہوجائے گی کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس زمانہ میں دنیا کی طرف سے بے رغبتی اور اس کے مقابلہ میں آخرت کے اجرو ثواب کی طلب ورغبت اللہ کے بندوں میں اس درجہ پیدا ہوجائے گی کہ دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک سجدہ زیادہ عزیز اور قیمتی سمجھا جائے گا۔

کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں ایک سجدہ زیادہ عزیز اور قیمتی سمجھا جائے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نزول مسیح علیہ السلام سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بیان فرمانے کے بعد فرمایا کہ ''فاقرؤ ان شئتم الخ''، مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام کے نازل ہونے کا بیان قرآن میں پڑھنا چاہو تو سورۂ نساء کی یہ آیت وان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ... الآیۃ (سورۂ نساء، آیت ۱۵۹) پڑھو۔

حدیث کی تشریح ووضاحت کے لیے اتنا ہی لکھنا کافی سمجھا گیا، آخر میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید سورۂ نساء کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے، اس کی تفسیر وتشریح راقم سطور کی کتاب 'قادیانی کیوں مسلمان نہیں اور مسئلہ نزولِ مسیح وحیاتِ مسیح' میں دیکھی جاسکتی ہے۔ (جاری)

نعت شریف —— ماہرؔ

عطا ہے خدا کی نوازش ہے اس کی کہ جو میرے پیش نظر اب حرم ہے
کروں کیسے شکر خدا سوچتا ہوں حرم میں ہوں اس کا بڑا ہی کرم ہے

عبادات ہیں اور اوراد وصدقے، ہے رونا برابر، برابر ہیں سجدے
جو قسمت سے آیا زمین حرم پر معزز ہے وہ اور بڑا محترم ہے

وہاں جس طرح سارا منظر عیاں ہو، وہ کس طرح الفاظ میں کچھ بیاں ہو
جو شاہوں کے دربار میں بھی نہ دیکھا درِ طیبہ کا ایسا جاہ وحشم ہے

اگر دل میں سرکار کی عظمتیں ہوں تو اعمال میں اپنے پھر برکتیں ہیں
محبت ہے سرکار کی اصل ایماں یہی دل کے اندر مرے مرتسم ہے

یہ ماہرؔ کے دل کی تمنا ہے یارب زیارت ہو سرکار کے شہر کی بس
خیالاتِ طیبہ ہی میں یہ گھرا ہے اسی واسطے چل رہا یہ قلم ہے

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بھترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہندستان میں سرکاری اسکولوں کی حالت انتہائی تشویشناک ہے

یونیسکو کی ایک رپورٹ

بچوں کو تعلیم دلانا نہ صرف وقت کا تقاضا ہے بلکہ ہر فرد کی ضرورت بھی ہے۔ تعلیم ہی تہذیب وتمدن اور قوم و معاشرے کی ترقی کا ضامن ہے۔ تعلیم ہی وہ زیور ہے جس سے انسان کا کردار بھی سنورتا ہے اور قوم ترقی بھی کرتی ہے۔ اسی لیے ہر مذہب میں اس کی اہمیت وافادیت بیان کی گئی ہے اور ہر ملک میں سرکاری سطح پر اس پر زور دیا جاتا ہے، بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک میں اب تو اسے بچوں کا بنیادی حق قرار دے کر اس کی ذمہ داری خود سرکار لے رہی ہے۔ ہندستان بھی ان ملکوں میں شامل ہے جہاں آئین کی تدوین سے ہی اس پر توجہ دی گئی اور وقت کے ساتھ اس سے متعلقہ قوانین میں ترمیم کر کے بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنے کی پالیسی بنائی گئی حتیٰ کہ ۲۰۰۹ء میں رائٹ ٹو ایجوکیشن کے نام سے باقاعدہ ایک جامع قانون بنا کر چھ سے چودہ سال کے تمام بچوں کو پہلی سے آٹھویں کلاس تک مفت تعلیم کے حصول کو بنیادی حق قرار دے دیا گیا۔ اب تو بارہویں تک مفت تعلیم دی جارہی ہے۔ یہ قانون یکم اپریل ۲۰۱۰ء سے نافذ ہے۔ ایک طرف یہ صورتِ حال اور دوسری طرف اس طرح کی رپورٹیں آتی ہیں کہ کورونا کے دور میں آن لائن تعلیم سے بچوں کے سیکھنے کی صلاحیت کم ہوئی یا ان کی تعلیم متاثر ہو رہی ہے، کیونکہ ایک تو ملک میں اس کا ماحول نہیں، دوسرے آن لائن تعلیم کے لیے ڈیجیٹل ڈیوائس اور انٹرنیٹ تک ملک کے تمام بچوں خصوصاً غریب بچوں کی رسائی نہیں ہے۔ یہ بات تو پھر بھی قابل فہم ہے کہ غربت زدہ ہونے یا آن لائن تعلیم کا باقاعدہ سسٹم ہر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی تعلیم اور سیکھنے کی صلاحیت متاثر ہو رہی ہے لیکن اسکول چلیں اور ان میں اساتذہ نہ ہوں یہ تو سراسر رائٹ ٹو ایجوکیشن ایکٹ کی خلاف ورزی ہے اور بغیر اساتذہ کے اسکول اور کلاس بے ایمانی ہے۔

یونیسکو کی ایک نئی رپوٹ میں ہندستان میں سرکاری اسکولوں اور اسکولی تعلیم کا جائزہ لے کر جو رپورٹ جاری کی گئی، اس سے کافی تشویشناک صورتحال سامنے آتی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسکولی تعلیم کی حالت اچھی نہیں ہے۔ بظاہر اسکول تو چل رہے ہیں لیکن ان میں بچوں کو پڑھانے کے لیے اساتذہ نہیں ہیں۔ رپورٹ کے مطابق ملک میں ۱۰ء۱ لاکھ اسکول ایسے ہیں جو محض ایک ٹیچر کے بھروسے چل رہے ہیں لیکن ان میں بچوں کو پڑھانے کے لیے اساتذہ نہیں ہیں۔ اسکول میں اساتذہ کی ۱۶ء۱۱ لاکھ آسامیاں خالی ہیں۔ شہری علاقوں میں حال پھر بھی کچھ غنیمت ہے لیکن دیہی علاقوں میں بہت زیادہ خراب صورتِ حال ہے۔ دوتہائی خالی آسامیاں دیہی علاقوں میں ہیں جو ویسے ہی پسماندہ ہوتے ہیں۔ یونیسکو کی رپورٹ کا وہ پہلو کافی اہم ہے کہ سیکنڈری اسکولوں میں اساتذہ کی بہت کمی ہے۔ سرکاری اسکولوں میں اساتذہ میں صلاحیت اور قابلیت کی کمی الگ باعث تشویش ہے۔ زیادہ تر اسکولوں میں تمام مضامین کے اساتذہ نہیں ہیں۔ حالانکہ بعض ریاستوں میں صورتِ حال اچھی ہے لیکن بیشتر میں خراب ہے۔ یونیسکو کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ اسکولوں میں اصلاح و بہتری پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے حالانکہ وقتاً فوقتاً اس کے لیے کمیٹیاں تشکیل دی جاتی ہیں جن کی سفارشات منظر عام پر آتی بھی ہیں اور ان کو نافذ بھی کیا جاتا ہے لیکن زمین پر وہ تبدیلی نظر نہیں آتی ہے۔

یونیسکو کا یہ نکتہ غور طلب ہے کہ ۱۹۶۸ء کے بعد سے قومی تعلیمی پالیسی سے متعلق تمام رپورٹوں میں قومی پیداوار کا چھ فیصد حصہ تعلیم پر خرچ کرنے کی بات کہی گئی ہے لیکن سال ۲۰-۲۰۱۹ء کے اقتصادی سروے میں کہا گیا ہے کہ قومی تعلیمی پالیسی سے متعلق پہلی رپورٹ کے ۵۲ سال بعد ملک نے تعلیم پر ۳ء۱ فیصد خرچ کیا۔ اب تو نئی تعلیمی پالیسی آ گئی۔ اس سے تعلیم کے معیار میں کتنی بہتری آئے گی، یہ تو بعد میں پتہ چلے گا لیکن فی الحال جو سسٹم ہے اور اساتذہ کی جو کمی اور ان میں صلاحیت کا جو فقدان ہے ان کو دیکھتے ہوئے بہتری کی امید نہیں کی جاسکتی۔ دراصل ہمارے ملک میں کاغذ پر پالیسی کی کوئی کمی نہیں ہوتی لیکن ان کا نفاذ مؤثر طریقے سے نہیں ہو پاتا۔ مفت اور سب کو اسکولی تعلیم کی پالیسی کا کیا فائدہ جب پڑھانے کے لیے اساتذہ ہی نہ ہوں۔ اسکولوں میں اساتذہ کی ۱۱ لاکھ خالی آسامیاں بے روزگاری کا بھی مسئلہ ہے اس لیے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے اور اسے حل کرنے کی ضرورت ہے۔□□

کانگریس، امریندر سنگھ اور نوجوت سنگھ سدھو کی لڑائی

پنجاب میں کانگریس کی مشکلیں کچھ کم کچھ زیادہ ہوتی نظر آرہی ہیں۔ کیپٹن امریندر سنگھ کانگریس کے بڑے لیڈروں میں سے سمجھے جاتے تھے۔ پنجاب میں دو بار کانگریس نے ان کو اپنا وزیر اعلیٰ بنایا، کانگریس میں آنے سے پہلے انہوں نے جو بھی سیاسی تجربات کئے اس میں ان کو کوئی کامیابی نہیں ملی۔ آج جو کچھ بھی ہو رہا ہے کانگریس کی دین ہے لیکن اس وقت وہ کانگریس کے ہائی کمان سے بیحد ناراض ہیں۔ ان کی ناراضگی کے اسباب ان کے نزدیک دو ہیں۔ ایک ان کو جس طرح وزارت اعلیٰ سے مرکزی قیادت کی طرف سے اچانک استعفیٰ دینے کے لئے کہا گیا اس کو وہ اپنی توہین اور بے عزتی سمجھ رہے ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ نوجوت سنگھ سدھو کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور ملک اور پنجاب کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔ ان کو وہ غدارِ وطن اور ملک دشمن بتاتے ہیں۔ امریندر سنگھ راجا مہاراجہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے، اس کی وجہ سے ان کے اندر شاہانہ مزاج ہے اور وہ ایک فوجی رہ چکے ہیں۔ ایک فوجی نظم وضبط کا بہت پابند ہوتا ہے۔ جماعت میں جو شخص شامل ہوتا ہے اپنے مزاج کو اگر اجتماعیت میں ڈھال نہیں پاتا تو جماعت کے اندر رہنا اس کا مشکل ہوتا ہے۔ جب تک کیپٹن صاحب کو کانگریس میں کپتانی کا درجہ حاصل تھا اس وقت تک ان کے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن جب ان کی کپتانی خطرے میں پڑی تو ان کے لئے مسائل ہی مسائل پیدا ہو گئے۔ کیپٹن صاحب کا انجام جو ہوا ہے اس کا الزام اپنے سر لینے کے بجائے وہ ہائی کمان کے سر تھوپ رہے ہیں۔ اگر وہ اپنا احتساب کرتے تو ان کو خود معلوم ہو جاتا کہ ان کو وزارت اعلیٰ سے اپنی لاپرواہی اور بدمزاجی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ اگر کسی وزیر اعلیٰ کو یہ معلوم ہو جائے کہ پارٹی کے تمام ایم ایل اے اس کے خلاف ہیں اور وہ عدم اعتماد کا شکار ہے تو اسے خود بخود وزارت سے مستعفی ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ کانگریس کے تمام ایم ایل اے جو ان سے ناراض ہیں ان کو اگر سونیا گاندھی، راہل گاندھی اور پرینکا گاندھی چاہیں تو منا سکتی ہیں اور پانچ چھ مہینہ جو الیکشن کے لئے باقی ہے اس وقت تک وہ وزیر اعلیٰ رہ سکتے ہیں۔ یہ سراسر ان کی خام خیالی تھی کیونکہ کانگریس کی مرکزی قیادت چاہے جتنا بھی زور لگا دیتی وہ ناراض ایم ایل اے کو منا نہیں سکتی تھیں۔ ہائی کمان نے ایک دو مہینے تک انتظار کیا کہ کیپٹن خود مستعفی ہو جائیں لیکن جب پانی سر سے اونچا ہو گیا اور تمام ایم ایل اے بغاوت پر آمادہ ہو گئے تو ہائی کمان کے لئے کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا کہ کیپٹن کی کپتانی کو وہ باقی رکھنے کی کوشش کرتے۔ سونیا گاندھی نے ان سے صاف صاف کہا کہ تمام ایم ایل اے ان کو ناپسند کرتے ہیں، اور ان سے ناراض ہیں اور بغاوت پر آمادہ ہیں لہٰذا بغیر تاخیر کے وہ وزارت سے استعفیٰ دے دیں۔ اس میں اگر وہ اپنی توہین اور ذلت سمجھتے ہیں تو میرے خیال سے وہ غلطی پر ہیں۔

کیپٹن امریندر سنگھ اور نوجوت سنگھ سدھو کی لڑائی انتہائی مضحکہ خیز ہے۔ دونوں کی لڑائی کچھ اس طرح ہے کہ جیسے دونوں ایک دوسرے کے ازلی اور پیدائشی دشمن ہیں۔ شروع سے کیپٹن امریندر سنگھ نوجوت سدھو کو پسند نہیں کرتے، اس کے باوجود ہائی کمان کے دباؤ پر انہوں نے اپنی کابینہ میں شامل کر لیا۔ سدھو وزیر تو بن گئے لیکن وزارت پانے کے بعد ان کے اندر جو کامیڈین کی صفت تھی وہ ختم نہیں ہوئی۔ وہ کپل شرما کے پروگرام میں بھی شامل ہوتے تھے ان کو اپنی حیثیت اور اپنی ذمہ داری کا کوئی خیال ولحاظ نہیں تھا۔ آخر کار کیپٹن کو سدھو کو وارننگ دینی پڑی کہ وہ کامیڈی کے پروگرام میں شامل ہوں یا وزارت سے مستعفی ہو جائیں، ہائی کمان کو کیپٹن کی بات درست معلوم ہوئی اس کی وجہ سے سدھو پر ہائی کمان نے دباؤ ڈالا کہ وہ کامیڈی کے پروگرام سے باز آجائیں۔ سدھو نے کامیڈی کے پروگرام کو چھوڑ تو ضرور دیا لیکن وہ سیاست کے میدان میں بھی کامیڈین کا رول ادا کرتے رہے جس کی وجہ سے کانگریس اور کیپٹن دونوں کو پریشانی لاحق ہوئی۔ سدھو عجیب عجیب حرکتیں کرتے رہے جس سے کانگریس کو نقصان ہوتا رہا۔ کیپٹن نے آخر کار انہیں وزارت سے ہٹا دیا۔ اس کی وجہ سے سدھو کی دشمنی کیپٹن سے پہلے سے بھی زیادہ ہو گئی۔ سدھو نے یہ ٹھان لی کہ کیپٹن کو کسی نہ کسی طرح وزارت اعلیٰ سے ہٹانا ہے۔ سدھو کی جائز وناجائز کوششوں کے علاوہ کیپٹن کی کمزوری بھی آڑے آئی جس کی وجہ سے ان کو وزارت اعلیٰ سے محروم ہونا پڑا۔ جب کیپٹن وزارت اعلیٰ سے مستعفی ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے کانگریس اور سدھو کو نشانہ بنایا اور بی جے پی سے ساز باز کرنے لگے۔ وزیر داخلہ امت شاہ اور وزیر اعظم نریندر مودی سے بھی ملاقات اور بات چیت کی۔ کانگریس کا الزام ہے کہ وہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ رہتے ہوئے بھی امت شاہ اور نریندر مودی سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے اور کانگریس کو نقصان پہنچاتے تھے۔ کانگریس کا الزام اس وقت بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ انہوں نے اعلان کیا ہے کہ وہ اپنی نئی پارٹی کی تشکیل کریں گے اور بی جے پی اگر کسانوں کے مسئلوں کو حل کر دے گی تو اس سے اتحاد کریں گے۔ کیپٹن صاحب جانتے ہیں کہ پنجاب میں بی جے پی کا کوئی نام ونشان نہیں ہے لیکن کیپٹن کو بی جے پی سے مالی مدد درکار ہے اور مرکزی حکومت سے بھی فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں اس لئے وہ بی جے پی کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں۔ پنجاب میں بی جے پی کی عوام میں زبردست ناراضگی پائی جاتی ہے۔ بی جے پی کا کوئی فرد پنجاب کے کسی گاؤں میں داخل بھی نہیں ہوسکتا۔ جس دن کیپٹن امریندر سنگھ بی جے پی کے ساتھ ہو جائیں گے پنجاب میں بھی ان کے ساتھ وہی کچھ ہوگا جو بی جے پی کے کسی ممبر یا ہمدرد کے ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر امریندر سنگھ پارٹی بناتے ہیں اور الیکشن میں حصہ لیتے ہیں تو ایک حد تک کانگریس کو نقصان پہنچا سکتے ہیں لیکن جب بی جے پی کے ساتھ اتحاد کریں گے تو ان کی قدر و قیمت جو تھوڑی (باقی صفحہ ۱۴ پر)

تجزیہ | آکار پٹیل

دفعہ ۳۷۰ کو بے اثر کئے جانے سے کیا ملا؟

اپنی تقریر (۸/اگست ۲۰۱۸ء) میں وزیر اعظم نریندر مودی نے دفعہ ۳۷۰ کے بے اثر کیے جانے کی بابت کہا تھا: ’’جموں، کشمیر اور لداخ کی ترقی دفعہ ۳۷۰ کی وجہ سے رکی ہوئی تھی۔ اب یہ مسئلہ ختم کر دیا گیا ہے اور ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا ہے۔ دفعہ ۳۷۰ ہی دہشت گردی، انتہا پسندی، بدعنوانی اور جانبداری کی جڑ تھی۔ اب اس اقدام کے ذریعہ یہاں کا مستقبل محفوظ ہو گیا ہے۔‘‘

اس پس منظر میں ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کے بعد گزرنے والے دو برسوں میں کیا ہوا اور دفعہ ۳۷۰ کے خاتمے کا کیا فائدہ جموں، کشمیر اور لداخ کو ملا۔

پہلی بات یہ ہے کہ کشمیر میں اب جمہوریت نہیں ہے۔ یہ ملک کا واحد علاقہ ہے جہاں عوام کی منتخب کی ہوئی حکومت نہیں ہے۔ یہاں مرکزی حکومت کے مقرر کردہ گورنر کی حکمرانی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دہلی کی براہِ راست حکمرانی ان قوانین کے ساتھ ہے جو صرف کشمیر کے لیے مخصوص ہیں مثلاً عوامی تحفظ قانون، اس کے تحت شہریوں کو کسی جرم کے بغیر بھی حراست میں لیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ دفعہ ۳۷۰ کے بے اثر کیے جانے کا مقصد ایک ملک ایک آئین کو یقینی بنانا تھا مگر اس قانون کی عملداری کشمیر میں ہنوز جاری ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اب تک جتنے افراد نے کشمیر میں زمین خریدی ہے ان کی تعداد دو ہے۔ جی ہاں صرف دو۔ دفعہ ۳۵ کے بارے میں جو کشمیر کے مستقل شہریوں کی بات تھی، بتایا گیا تھا کہ اسی باعث اتنا بڑا اقدم اُٹھایا جارہا ہے مگر اس کی وجہ سے زمینی حقائق بالکل بھی نہیں بدلے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ کشمیری پنڈت وادی میں نہیں لوٹے۔ آخر شہری مزاج رکھنے والے افراد پر مشتمل تعلیم یافتہ برادری وادی میں کیوں لوٹنا چاہے گی جہاں ملازمتیں محدود ہیں اور جہاں انٹرنیٹ بار بار بند کیا جاتا ہے؟ مرکزی وزیر میناکشی لیکھی نے حال ہی میں کشمیری پنڈتوں کے تعلق سے کہا کہ وہ وادی میں دوبارہ جا کر بسنے میں دلچسپی نہیں لے رہے ہیں تو ان کے سامنے مذکورہ حقائق نہیں رہے ہوں گے یا انھوں نے ان حقائق کو سمجھا نہیں ہوگا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ غالب امکان یہ ہے کہ لداخ کی حیثیت کے تبدیل کیے جانے اور نیا نقشہ جاری کیے جانے کی وجہ سے ہی چین برانگیختہ ہوا۔ یہی بنیادی سبب رہا ہوگا۔ چین کی دراندازی کو حکومت نے تسلیم نہیں کیا ہے مگر سب جانتے ہیں کہ چین نے لداخ کی سرزمین پر ۱۹۵۹ء کے اپنے دعوے پر کام کیا ہے۔ ہندستان کے دو لاکھ فوجی اب بھی محاذ پر تعینات ہیں۔ اس سال جنوری میں فوج نے پاکستان کی جانب ۲۵ ڈویژن اور چین کی جانب بارہ ڈویژن کو تبدیل کر کے چین کی جانب ۱۶ ڈویژن تشکیل دیئے ہیں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ کشمیر میں پائی جانے والی دہشت گردی کا اندازہ وہاں ہونے والی اموات سے لگایا جائے تو سابقہ حکومت کے سربراہ ڈاکٹر منموہن سنگھ کے اقتدار کے آخری تین برسوں میں سالانہ ۱۵۰/اموات ہوئیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دفعہ ۳۷۰ کے بے اثر کیے جانے سے دہشت گردی کم نہیں ہوئی ہے۔

ساتویں بات یہ ہے کہ پچھلے دو سال میں کشمیر میں ترقی بالکل نہیں ہوئی ہے۔ یہ غیر متوقع نہیں ہے۔ گزشتہ کئی برسوں سے پورے ملک کی معیشت خستہ حالی کا شکار ہے۔ وبائی حالات سے بھی مقابلہ رہا۔ اس کے علاوہ کشمیر میں حالیہ تشدد کا بھی معاملہ ہے۔ ان تمام اسباب کی بنا پر سیاحت بھی یقینی طور پر متاثر رہے گی۔ امریکی جریدہ ’ہارپر‘ نے لکھا ہے کہ کشمیر میں ڈاکٹر اور مریض کا تناسب ۳۰۶۰ مریضوں پر ایک ڈاکٹر کا ہے جبکہ شہریوں اور فوجیوں کا تناسب سات شہریوں پر ایک فوجی کا ہے۔ جب ایسے اعداد وشمار کے ذریعہ دنیا آپ کی تصویر آئینے میں دیکھتی اور دِکھاتی ہے تو ترقی کے امکانات کیسے روشن ہوں گے۔

آٹھویں بات یہ ہے کہ پانچ دہائیوں کے بعد اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیر کے موضوع کو چھیڑا ہے۔ ۱۶/اگست ۲۰۱۹ء کو اقوامِ متحدہ کی ویب سائٹ پر ایک خبر پوسٹ ہوئی جس میں درج تھا کہ سلامتی کونسل کشمیر پر بحث کر رہی ہے۔ چین کا کہنا ہے کہ ہندستان اور پاکستان کشیدگی کم کریں۔ معلوم ہوا کہ کشمیر میں ہمارے اقدامات کی وجہ سے کشمیر کا موضوع عالمی سطح پر ابھر گیا۔

نویں بات یہ ہے کہ عالمی تنظیمیں اور ادارے بھی ۲۰۱۹ء کے بعد ہندستان کو کشمیر کی بنیاد پر ہدفِ تنقید بنانے لگے۔ امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی (وہ ادارہ جس نے ۲۰۰۲ء کے بعد مودی پر امریکہ میں داخلے پر پابندی عائد کی تھی) نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ ’’مسلم اکثریتی جموں اور کشمیر میں نقل وحمل کی آزادی اور لوگوں کے یکجا ہونے کی آزادی متاثر ہے حتیٰ کہ مذہبی اہمیت کے حامل دن منانے اور عبادت میں سب کے شامل ہونے (اجتماعی عبادت) کی آزادی کا بھی یہی حال ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مدت تک انٹرنیٹ بھی بند رہا۔ اس ادارہ (کمیشن) نے ہندستانی شہریوں پر پابندیاں عائد کرنے کی جو بائیڈن سے سفارش کی ہے۔

دسویں بات یہ ہے کہ لداخ میں چین کی دراندازی کے بعد ہندستان پاکستان کی جنگ بندی کی بات ہوئی جو اب بھی نافذ العمل ہے۔ کشمیر میں جو اقدام کیے گئے ان کے پس پشت جو ہمارے مقاصد تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ پاکستان مسئلہ ہے، مگر ہوا کیا؟ ہندستان پاکستان کی جانب مسئلہ کے حل کے لیے بڑھا کیونکہ بظاہر حقیقی مسئلہ چین ہے۔

یہ تمام باتیں اس لیے ضبط تحریر میں لائی گئیں کہ کشمیر کی موجودہ صورتحال وہی ہو گئی ہے جو تیس سال پہلے تھی۔ تب بھی کشمیر میں گورنر راج تھا۔ تب بھی اس کی سیاسی قیادت کو نظر بند کیا گیا تھا، تب بھی شہریوں کو احتجاج سے روکا گیا تھا، تب بھی وادی میں کوئی ترقیاتی پیش رفت دِکھائی نہیں دیتی تھی اور تب بھی نئی دہلی کو بھاری تعداد میں سیکورٹی فورسیز کو تعینات رکھنا پڑتا تھا۔ اس تناظر میں یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ۲۰۱۹ء میں مرکزی حکومت نے جو قدم اُٹھایا اس سے ہمیں کیا حاصل ہوا اور اہل کشمیر کو کیا ملا۔

کھیل کی دنیا: فاسٹ بالر ملینگا ہو گیا کرکٹ سے مکمل کنارہ کش

ٹی-۲۰ کرکٹ میں غیر متنازع بہترین بالر سری لنکا کے لیستھ ملینگا نے بالآخر ٹی-۲۰ کرکٹ سے بھی ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا ہے۔ ملینگا جو ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ سے تو ریٹائرمنٹ کا اعلان کر چکے تھے مگر ٹی-۲۰ کرکٹ کھیل رہے تھے تاہم اب انھوں نے اس فارمیٹ سے بھی باقاعدہ ریٹائرمنٹ لے لی ہے۔ ایک طویل عرصے سے لیستھ ملینگا جن کی دھواں دھار بالنگ کے ٹی-۲۰ کرکٹ میں چرچے تھے، سری لنکا کی جانب سے اس فارمیٹ میں نہیں کھیل رہے تھے جبکہ فرنچائز کرکٹ میں بھی ان کی شرکت کم ہو گئی تھی۔ انھوں نے رواں سال انڈین پریمئر لیگ سے بھی دستبرداری کا اعلان کیا تھا جس کے بعد یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ ملینگا اب کسی بھی وقت ٹی-۲۰ کرکٹ کو چھوڑ جائیں گے۔ ملینگا نے ریٹائرمنٹ کا اعلان اپنے یوٹیوب چینل کے ذریعہ کیا۔ ریٹائرمنٹ کے اعلان کے ساتھ ساتھ ملینگا نے سری لنکا کی جانب سے اپنی کھیلی گئی کرکٹ کا بھی تجزیہ کیا اور ساتھ ہی کہا کہ آج میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اب ٹی-۲۰ کرکٹ سے بھی مکمل طور پر کنارہ کش ہو رہا ہوں اور آرام کرنا چاہتا ہوں۔ ان کا کہنا تھا کہ میں اپنے کیریئر کے دوران ان تمام افراد کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے ہر اچھے اور برے وقت میں مجھے سپورٹ کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے جتنی بھی فرنچائز ٹیموں کے لیے ٹی-۲۰ کرکٹ کھیلی ہے ان سب کی جانب سے مجھے بہترین مدد اور سپورٹ ملا ہے اور ان کا بھی میں شکر گزار ہوں کیونکہ ان کی مدد کے بغیر میں اپنی کامیابی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ملینگا جو اپنے ہیئر اسٹائل اور بالنگ ایکشن کی وجہ سے ایک خاص شہرت رکھتے تھے، نے ٹی-۲۰ کرکٹ میں آتے ہی اپنی دھواں دھار بالنگ سے سب کو پیچھے چھوڑنا شروع کر دیا۔ بلے باز ٹی-۲۰ کرکٹ میں ان کا سامنا کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ ملینگا نے ٹی-۲۰ انٹرنیشنل میں ایک سو سات وکٹیں حاصل کیں اور ۸۳ کھیلے گئے میچوں میں ان کا اکانومی ریٹ بھی ۷ء۴۲ سے اوپر نہیں گیا۔ ملینگا کی ٹی-۲۰ کرکٹ میں شہرت ہیئر اسٹائل اور ان کا بالنگ ایکشن تو تھی ہی لیکن ان کی کامیابی کا راز وہ خطرناک یورکرز تھے جن کو کھیلنے میں دنیا کے بڑے بڑے بلے باز ناکام ہی رہے۔

ملینگا سری لنکا کی ٹیم ٹی-۲۰ کرکٹ کا لازمی حصہ تھے اور ۲۰۰۹ء اور ۲۰۱۲ء کے عالمی کپ مقابلوں میں وہ ٹیم کے بالنگ اٹیک میں سب سے اہم بالر سمجھے جاتے تھے۔ سری لنکا کی ٹیم نے جب ۲۰۱۴ء کے عالمی کپ کے فائنل تک رسائی حاصل کی تو ان ہی کی قیادت میں سری لنکا میں کامیابی حاصل کی تھی۔ لیستھ ملینگا دراصل سری لنکا کے بالنگ کوچ انوشا سمارنکے اور چمپکا رمن ناکے کی دریافت ہیں جنھوں نے ان کے ٹیلنٹ کو ڈومیسٹک میں دیکھا اور پھر انھیں باقاعدہ ٹریننگ دی جس کے بعد وہ دنیا کے خطرناک ترین بالر کے طور پر سامنے آئے۔ انھوں نے اپنے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز ۲۰۰۴ء میں کیا تھا اور اس کے بعد وہ ہر میچ میں سری لنکا ٹیم کا باقاعدہ حصہ بن گئے۔

۲۰۱۰ء میں فٹنس مسائل سے اکتا کر ملینگا

لیستھ ملینگا کی لیگ کرکٹ میں سب سے بہترین بالنگ کارکردگی چھ رن کے عوض سات وکٹیں حاصل کرنا ہے جنھوں نے ۱۳-۲۰۱۲ء کے بگ بیش سیزن کے دوران ملبورن اسٹارز کی جانب سے کھیلتے ہوئے پرتھ کے خلاف حاصل کی تھی۔

نے ٹیسٹ کرکٹ سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے صرف محدود اوورز کی کرکٹ پر اپنی توجہ مرکوز رکھی تاہم ۳۸ سال کی عمر میں ۲۰۲۰ء میں ملینگا نے بین الاقوامی کرکٹ سے کنارہ کر لیا اور ٹی-۲۰ پر توجہ مرکوز کر لی جس کے بعد انھوں نے ٹی-۲۰ کرکٹ میں وہ ریکارڈ بنائے کہ سب دیکھتے ہی رہ گئے۔

لیستھ ملینگا نے جس وقت بین الاقوامی کرکٹ کو مکمل طور پر خیر باد کہا اس وقت ملینگا کی ٹی-۲۰ مقابلوں میں وکٹوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ گو کہ اس وقت ملینگا بنگلہ دیش کے بالر شکیب الحسن سے صرف ایک وکٹ ہی آگے ہیں تاہم یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ایک سو سات وکٹوں کے ساتھ ملینگا ٹی-۲۰ کے ٹاپ بالر ہیں۔ لیستھ ملینگا نے بین الاقوامی کرکٹ کے ساتھ ساتھ فرنچائز کرکٹ میں بھی دھوم مچائی۔ انڈین پریمئر لیگ میں انھوں نے ۱۷۰ شکار کیے، جو انڈین پریمئر لیگ میں کسی بھی بالر کے سب سے زیادہ اب تک کی وکٹیں ہیں۔ ملینگا واحد بالر ہیں جنھوں نے لیگ کرکٹ میں وکٹوں کی سنچری مکمل کی تھی اور ۲۰۱۷ء میں ان کی لیگ وکٹوں میں تعداد ۱۵۰ تھی۔ ٹی-۲۰ کرکٹ میں ملینگا کی مجموعی وکٹوں کی تعداد ۳۹۰ بنتی ہے جس کے بعد وہ ٹی-۲۰ میں سب سے زیادہ وکٹیں حاصل کرنے والے بالر کی فہرست میں چوتھے نمبر پر ہیں۔ ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۶ء کے دوران جب ملینگا اپنی بھرپور فارم میں تھے تو ٹی-۲۰ کرکٹ میں وکٹیں حاصل کرنے کے لحاظ سے سرفہرست بالر تھے تاہم اس دوران ویسٹ انڈیز کے بالر ڈاؤن براوؔ آئے اور انھوں نے انھیں پیچھے چھوڑتے ہوئے ٹی-۲۰ کرکٹ میں تین سو وکٹیں حاصل کر کے دنیا کے پہلے بالر بن گئے جن کی وکٹوں کی تعداد تین سو تھی۔ ملینگا جو انڈین پریمئر لیگ میں ممبئی انڈینز کی نمائندگی کرتے تھے، نے اپنے پہلے لیگ میچ کی دوسری ہی گیند پر وکٹ حاصل کر لی تھی جبکہ انھوں نے اپنے آخری لیگ میچ میں وکٹ حاصل کرتے ہوئے اپنی ٹیم کو چمپئن بنوا دیا تھا۔ لیستھ ملینگا کی لیگ کرکٹ میں سب سے بہترین بالنگ کارکردگی چھ رن کے عوض سات وکٹیں حاصل کرنا ہے جنھوں نے ۱۳-۲۰۱۲ء کے بگ بیش سیزن کے دوران ملبورن اسٹارز کی جانب سے کھیلتے ہوئے پرتھ کے خلاف حاصل کی تھی۔ ملینگا کا یہ ریکارڈ بگ بیش لیگ میں ابھی تک کوئی بھی بالر نہیں توڑ سکا ہے۔ ٹی-۲۰ ورلڈ مقابلوں میں ملینگا نے مجموعی طور پر ۳۸ وکٹیں حاصل کر رکھی ہیں اور ان سے اوپر صرف ایک بالر شاہد آفریدی ہیں جنھوں نے ۳۹ وکٹیں حاصل کر کے پہلی پوزیشن سنبھال رکھی ہے تاہم ۲۰۱۴ء تک ملینگا ہی ٹی-۲۰ عالمی کپ مقابلوں میں نمبر ون بالر تھے مگر وہ فٹنس مسائل کی وجہ سے ۲۰۱۶ء کا عالمی کپ نہیں کھیل سکے تھے۔ انڈین پریمئر لیگ کے آخری اوورز یعنی سترہ سے بیس کے دوران ملینگا کا اکانومی ریٹ شامل ۱۴۱ بالرز سے سب سے بہتر رہا۔ ملینگا نے انڈین پریمئر لیگ کے دوران ۵ء۱۵۲ ڈیتھ اوورز کرائے اور اس دوران انھیں ۱۱۶۹ رنز پڑے اور اس دوران انھوں نے نوے وکٹیں بھی حاصل کیں۔ یہ بھی انڈین پریمئر لیگ کا ریکارڈ ہے جو ابھی تک کوئی بھی نہیں توڑ سکا ہے۔ ▢▢

طب وصحت: زندگی بچانی ہے تو دل بچائیں

امراضِ قلب موت کا پیغام ہے اور ہر انسان کو امراضِ قلب اور اس سے بچاؤ کا طریقہ معلوم ہونا چاہیے۔ امراضِ قلب قیمتی انسانی جان کے لیے کس قدر جان لیوا ہیں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا بھر میں اس کی وجہ سے یومیہ پچاس ہزار اموات واقع ہوتی ہیں۔ امراضِ قلب پر کی جانے والی ایک تحقیق کے مطابق ہر سال دنیا میں ایک کروڑ ۷۷ لاکھ افراد دل کی بیماریوں کے باعث جہانِ فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا میں ۳۱ فیصد اموات کی وجہ دل کی بیماریاں ہیں جبکہ ترقی پذیر ممالک میں یہ شرح ۸۰ فیصد ہے۔ ورلڈ ہارٹ فیڈریشن کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں آٹھ کھرب ۶۳ ارب ڈالر کی خطیر رقم ہر سال دل سے متعلقہ بیماریوں پر خرچ ہوتی ہے جبکہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ ۲۰۳۰ء تک دل کی بیماریوں سے ہونے والی اموات ایک کروڑ ۷۷ لاکھ سے بڑھ کر دو کروڑ ۳۰ لاکھ سے تجاوز کر سکتی ہیں۔ عالمی ادارہ صحت کے مطابق دل کے امراض سے ہر سال دو کروڑ سے زائد افراد موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ دنیا بھر کی طرح ہندستان میں بھی عوام تیزی سے اس مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ہندستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ۴۰ سے ۴۵ برس کی عمر کے لوگوں میں دل کا عارضہ لاحق ہوتا ہے۔ دو دہائی قبل دل کے امراض امیر لوگوں میں تصور کیے جاتے تھے مگر اب سفید پوش اور غریب مریض بھی اس کا شکار ہو رہے ہیں جس کی بڑی وجہ بڑھتی ہوئی تمباکو نوشی، بازاری کھانوں کا زیادہ استعمال اور ورزش سے گریز ہے۔ دل کی بیماری کی واضح علامات میں پیروں میں سوجن، چکر آنا، شدید ذہنی دباؤ، سر میں اکثر درد رہنا، سونے کے دوران دل کا تیزی سے دھڑکنا اور چلنے پھرنے کے دوران جوڑوں میں تکلیف اور آرام کرنے پر اس کا ٹھیک ہو جانا اس بات کی علامت ہے کہ آپ کے دل میں کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے۔ امراضِ قلب کی بڑی وجہ تمباکو نوشی ہے، اس کے علاوہ ذہنی دباؤ، موٹاپا، غیر متوازن خوراک، شوگر، بلند فشارِ خون، غیر متحرک طرزِ زندگی، بسیار خوری اور ورزش نہ کرنا دل کی بیماریوں کی بڑی وجوہات ہیں۔ خوراک میں گوشت کا بڑھا ہوا استعمال بھی دل کے امراض کا باعث بن رہا ہے۔ ماہرین کے مطابق گوشت کے ساتھ پیاز کا استعمال بڑھانے سے بھی دل کے امراض کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

محققین کے مطابق کھانوں میں احتیاط دل کے امراض سے دور رکھ سکتی ہے جبکہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں کی جانے والی تحقیق میں انکشاف ہوا ہے کہ روزانہ تربوز کھانے سے دل کی بیماریوں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ طبّی ماہرین کا کہنا ہے کہ تربوز میں موجود قدرتی اجزا نہ صرف بلند فشارِ خون کی سطح برقرار رکھتے ہیں بلکہ دل کے دورے کے خلاف بھی مؤثر ڈھال کے طور پر کام کرتے ہیں۔ امریکی ماہرین کی ایک تحقیق کے مطابق روزانہ دو گلاس کینو کا جوس پینے سے دل کے امراض سے بچاؤ ممکن ہے۔ مالٹوں میں قدرتی طور پر پایا جانے والا ہیس پریڈن نامی پلانٹ کیمیکل پایا جاتا ہے جو دل کے امراض سے محفوظ رکھنے میں ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لیے پرہیز علاج سے بہتر ہے، پر عمل کرتے ہوئے بازاری کھانوں اور تیزابی مشروبات سے پرہیز کریں۔ غذا کو سادہ بنائیں، اس میں سبزیوں، پھلوں اور قدرتی مشروبات کی مقدار بڑھائیں۔ امراضِ قلب سے بچنے کا سب سے آسان طریقہ تو باقاعدگی سے ہلکی پھلکی ورزش کرنا اور فعال زندگی گزارنا ہے۔ پھلوں اور سبزیوں کا استعمال دل و دماغ کو صحت مند رکھتا ہے جبکہ تیز مرچ مصالحے اور مرغن کھانے امراضِ قلب سمیت متعدد بیماریوں کا سبب بنتے (باقی صـ۱۴ پر)

ادبیات

چراغاں ہیں لیل و نہار اللہ اللہ

انور صابری، دیوبند

مدینہ کی صبحِ بہار اللہ اللہ
نسیمِ سحر مشکبار اللہ اللہ

وہ سرتا بپا خلدِ بطحا کی وادی
وہ جنت نما سبزہ زار اللہ اللہ

شبستانِ طیبہ کا دلکش نظارہ
انیسِ دلِ داغدار اللہ اللہ

وہ شامِ اُحد شانۂ زلفِ فطرت
فروغِ ازل درکنار اللہ اللہ

شبِ ماہ کا منظر ماہتابی
مجسم سرورِ خمار اللہ اللہ

دعائے خلیل و نویدِ مسیحا
جمالِ رخِ کردگار اللہ اللہ

حرم کی حسیں جالیوں میں فروزاں
چراغاں ہیں لیل و نہار اللہ اللہ

جلالِ خدا کا یقینِ مکمل
ہر اِک لمحۂ اعتبار اللہ اللہ

وہ ہر گام پر ان کے ہمراہ انورؔ
مری چشم سجدہ گزار اللہ اللہ

زمانہ اپنی روش پر ہمیں چلا نہ سکا

قاری محمد اسحاق حافظ سہارنپوریؒ

خلش کو دردِ محبت کی میں مٹا نہ سکا
تمہاری یاد کو دل سے کبھی بھلا نہ سکا

وقارِ عشق رہا عمر بھر مجھے ملحوظ
وفورِ غم میں بھی آنسو کبھی بہا نہ سکا

شکایتوں کے بہت کچھ تھے ولولے دل میں
حضورِ حسن مگر لب بھی میں ہلا نہ سکا

دماغ و دل پہ گھٹا غم کی اس طرح چھائی
تصورات کی محفل بھی میں سجا نہ سکا

غرورِ حسن تھا اُن کو خودی کا پاس مجھے
وہ آپ آ نہ سکے اور میں بلا نہ سکا

نقاب اُٹھتے ہی آنکھوں پہ پڑ گئے پردے
تجلّیوں کی کوئی شخص تاب لا نہ سکا

ہزار آندھیاں آئیں ہزار حشر اُٹھے
مگر چراغِ محبت کوئی بجھا نہ سکا

رہا ہمارے اشاروں پہ آج تک رقصاں
زمانہ اپنی روش پر ہمیں چلا نہ سکا

جہانِ عشق میں وہ عندلیب ہوں حافظؔ
چمن میں کھل کے جو اِک دن بھی چہچہا نہ سکا

پابہ زنجیر سفر ہو تو قلم چلتا ہے

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

قید میں عمر بسر ہو تو قلم چلتا ہے
پابہ زنجیر سفر ہو تو قلم چلتا ہے

نیچے شمشیر کے سر ہو تو قلم چلتا ہے
اپنے ہی خون میں تر ہو تو چلتا ہے

چوٹ کا دل پہ اثر ہو تو چلتا ہے
درد بے سایہ شجر ہو تو چلتا ہے

بھوکے مرتے ہوں جہاں ڈھیر غذاؤں کے قریب
ایسا مظلوم نگر ہو تو چلتا ہے

اپنی تہذیب کو مٹنے سے بچانے کے لیے
فکرِ تعمیر اگر ہو تو چلتا ہے

جس کو پانے کے لیے پھونک دیا گھر کو حنیفؔ
اس کی غیروں پہ نظر ہو تو چلتا ہے

میرے خدا نے کر ہی دیا مجھ کو در گزر

اعجاز عسکری

تنہائیوں کا ساتھ ہے اور دھوپ کا سفر
میرے خدا نے کر ہی دیا مجھ کو در گزر

تیرے لیے بنی تھی مگر تجھ سے بے خبر
محوِ نظارۂ چمن ادھر ہے نظر

دیکھے تجھے یہ دیدۂ حیراں کی کیا بساط
اور عرصۂ حیات میں تجھ سے کہاں مفر

اشکوں میں ہم نے دامنِ ہستی ڈبو لیا
سورج تو آج تک کبھی اترا نہ بام پر

پائے طلب ہے وادیِ امکاں میں گرم رو
روشن ہے میری گردشِ پیہم سے رہگذر

یہ کیا کہ گھر میں شور مچاتے ہو رات دن
باہر تو آؤ جسم کی دیوار توڑ کر

اس کی رگوں میں رات کے دل کا لہو بھی ہے
سورج نہیں ہے صرف سویروں کا نامہ بر

صورت گر خیال نہ ہو جب زبانِ شعر
کیوں پھینکیے نہ جامۂ الفاظ نوچ کر

اللہ کی مدد بھی ہے اور فتح بھی قریب

ممتاز نادر

آنکھیں ملی ہیں دیکھ! ارے سر اُٹھا کے دیکھ
لیکن غبار سے بھرے جھونکے ہوا کے دیکھ

دُنیا بڑی حسین ہے تو مسکرا کے دیکھ
لیکن خدا کا حکم بھی بندے خدا کے دیکھ

اللہ کی مدد بھی ہے اور فتح بھی قریب
راہِ وفا میں جان کی بازی لگا کے دیکھ

دونوں جہاں میں تجھ کو کرے گا وہ سربلند
اِک بار اس کے سامنے سر کو جھکا کے دیکھ

تو باپ کی کمائی پہ کرتا عیش خوب
بیٹے! ذرا سا دیر پسینہ بہا کے دیکھ

پتھر کی یہ صفت کہ پگھلتا نہیں کبھی
ناداں اگر یقین نہ ہو تو آزما کے دیکھ

شک کی کوئی دوا نہیں لقمان کا ہے قول
تو نبض اپنے ہاتھ کی سب کو دِکھا کے دیکھ

یہ بانٹنے سے بڑھتا ہے ہوتا نہیں ہے کم
نادر خزانہ علم کا چاہے لٹا کے دیکھ

گڑگاؤں: کھلے مقامات پر نماز کے خلاف ہندو تنظیم کا ہنگامہ، تیرہ افراد گرفتار

گڑگاؤں: دہلی سے ملحقہ ہریانہ کے گڑگاؤں (گروگرام) میں کھلے مقامات پر نمازِ جمعہ کے حوالہ سے ہندو تنظیم سے وابستہ لوگوں نے پھر تنازعہ کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی۔ پولیس اگرچہ مجموعی طور پر ۳۷ مقامات پر نماز ادا کرنے کی اجازت فراہم کی ہے تاہم ہندو تنظیم گزشتہ ۵ ہفتوں سے لگاتار ماحول خراب کرنے پر آمادہ ہے۔ این ڈی ٹی وی کی رپورٹ کے مطابق جیسے ہی ظہر کا وقت ہوا تو ہندو تنظیم کے ارکان نماز کے مقام پر پہنچ کر ہنگامہ کرنے لگے۔ پولیس نے ان میں سے تیرہ افراد کو حراست میں لیا ہے۔ خیال رہے کہ گزشتہ ہفتہ اس وقت صورت حال کشیدہ ہوگئی تھی جب گڑگاؤں کے سیکٹر ۱۲-اے کے ایک نجی مقام پر نماز ادا کر رہے مسلمانوں کو مشتعل ہجوم، جس میں مبینہ طور پر بجرنگ دل کے کارکنان شامل تھے، کا سامنا کرنا پڑا۔ بھیڑ نے 'جے شری رام' کے نعرے لگائے تھے۔ گزشتہ ہفتہ کے واقعہ کی ویڈیو میں نماز کے مقامات پر سیکورٹی فورسز اور پولیس اہلکار کی بڑی تعداد موجود تھی اس کے باوجود ہندو تنظیم کے لوگوں نے کافی ہنگامہ کیا تھا۔ پولیس کی یقین دہانی کے بعد ہی شر پسندوں کا ہجوم منتشر ہوسکا تھا۔ ادھر، گڑگاؤں کے سیکٹر ۴۷ میں ایسے ہی مظاہرے ہو رہے ہیں۔ علاقہ کے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ غیر سماجی عناصر یا روہنگیا پناہ گزین علاقہ میں جرائم انجام دینے کے لئے نماز کا استعمال کرتے ہیں۔ اے سی پی امن یادو نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ مقامی باشندگان کے بیچ اس معاملہ پر کئی دور کی بات چیت ہوچکی ہے لیکن اب تک مسئلہ حل نہیں ہو پایا ہے۔

بقیہ — اس طرح کریں....

آجر کی توجہ حاصل کرنا بہت مشکل نہیں ہے جبکہ آن لائن انٹرویو دیتے وقت یہ ہوسکتا ہے کہ آجر کئی کاموں میں مصروف ہوں۔

انٹرویو میں جو کچھ آپ بتانا چاہتے ہیں اس پر پہلے سے عمل کریں۔ اگر آپ آجر کو دیکھ کر گھبراتے ہیں تو اسکرین کے پچھلے حصے کو دیکھ کر اپنا بیان مکمل کریں۔ اس سے آجر کو یہ محسوس نہیں ہوگا کہ آپ آئی رابطہ سے گریز کر رہے ہیں اور آپ گھبرائیں گے بھی نہیں۔

آن لائن انٹرویو سے پہلے یہ کام کریں: کیریئر گائیڈ کی ماہر سور بھی دیوڑا بتاتی ہیں کہ انٹرویو سے پہلے خواتین کو کن چیزوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ انٹرویو کی ریہرسل ضرور کریں۔ یہاں تک کہ اگر آپ اپنے کیریئر میں کسی اچھی پوزیشن پر پہنچ گئے ہیں لیکن جب بھی آن لائن انٹرویو کی بات آتی ہے، ریہرسل کریں۔ اگر آپ چاہیں تو آپ ایک ویڈیو بھی ریکارڈ کرواسکتے ہیں جس سے آپ اپنا تعارف کرواسکتے ہیں۔ ملک کے تمام بڑے بولنے والے بھی ایسا کرتے ہیں۔ انٹرویو سے پہلے ایچ آر سے بات کریں اور یقینی طور پر ان سے انٹرویو کا میڈیم پوچھیں۔ کس ایپ یا پورٹل پر آن لائن انٹرویو ہو رہا ہے جیسے زوم، گوبل میپ وغیرہ۔ اس ایپ کو ایک دن پہلے فون پر ڈاؤن لوڈ کریں اور اسے چلانے کی مشق کریں۔

رسمی کپڑے پہنیں: ایسا نہیں ہے کہ ہم گھر بیٹھے آن لائن انٹرویو دے رہے ہیں لہٰذا ہم کچھ بھی پہن کر انٹرویو دے سکتے ہیں، آن لائن انٹرویو کے لیے اچھی طرح تیار ہوں اور ٹی شرٹ یا سادہ کپڑوں کے بجائے رسمی کپڑے پہنیں، اس سے آپ پیشہ ور نظر آئیں گے۔ ویڈیو کو ہمیشہ آن رکھیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ لوگ آن لائن انٹرویو میں اپنی اسکرین بند کردیتے ہیں جبکہ ایسا کرنے سے آپ کے نمبر کٹ سکتے ہیں۔ مقررہ وقت سے پہلے ہمیشہ انٹرویو میں شامل ہوں اور ویڈیو کو اپنے اوپر رکھیں۔ ایچ آر کو ٹوکنے کا موقع نہ دیں، یہ آپ کے لیے منفی ثابت ہوسکتا ہے۔ ◻◻

بقیہ — کانگریس، امریندر اور سدھو....

بہت پنجاب میں باقی ہے وہ بھی ختم ہوجائے گی۔

سدھو کا رول کچھ ایسا ہے کہ کانگریس کے لئے ابھی بھی پریشان کن ہے۔ اگر ہائی کمان ان کو نظم وضبط کا پابند نہیں بنا سکے گی تو سدھو کی سیاسی کامیڈی کانگریس کو راس نہیں آئے گی۔ نوجوت سدھو کیپٹن سے بھی زیادہ کانگریس کے لئے مضر ثابت ہوسکتے ہیں۔ اس لئے کانگریس کے لئے ضروری ہے کہ سدھو کو جماعتی نظم وضبط کا پابند بنائے اور ممکن ہو تو پنجاب میں صدر کا عہدہ کسی مناسب شخص کو سونپ دیں جس کا پنجاب کے نئے وزیر اعلیٰ چرنجیت سنگھ چنی سے تال میل ہو۔ کانگریس کے لئے نئے وزیر اعلیٰ جو دلت سماج سے تعلق رکھتے ہیں الیکشن میں سودمند ثابت ہوسکتے ہیں بشرطیکہ سدھو کا ان پر سایہ نہ ہو اور دلتوں کو اس کا یقین ہو کہ انتخاب کے بعد چرنجیت سنگھ چنی کو ہی وزیر اعلیٰ بنایا جائے۔ اگر کانگریس سدھو کو الیکشن میں وزیر اعلیٰ کے چہرے کے ساتھ الیکشن میں لڑے گی تو کانگریس کی ہار یقینی ہے۔ ◻◻

بقیہ: —— گاہے گاہے باز خواں...

یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ابھی آپریشن دریودھن پر چند دن ہی گزرے تھے اور پارلیمنٹ میں اس پر اُٹھنے والے شور شرابہ کی گونج ابھی خاموش بھی نہیں ہوئی تھی کہ ممبرانِ پارلیمنٹ کے فنڈ کے تعلق سے کمیشن لینے کا ''آپریشن چکرویوہ'' سامنے آگیا جس میں سات ممبرانِ پارلیمنٹ ملوث دِکھائے گئے ہیں۔ جن میں پانچ کا تعلق لوک سبھا سے ہے اور دو کا راجیہ سبھا سے ہے۔ لوک سبھا کے پانچ ممبران میں تین بی جے پی، ایک کانگریس اور ایک سماجوادی پارٹی سے متعلق ہے جبکہ راجیہ سبھا کے دو ارکان میں سے ایک بی جے پی اور ایک بی ایس پی سے متعلق ہیں۔

ان ارکانِ پارلیمنٹ کا مستقبل کیا ہوگا اور متعلقہ پارٹیاں ان کے خلاف کیا کارروائی کریں گی یہ تو ابھی کچھ دِن بعد ہی معلوم ہوسکے گا۔ مگر ٹی وی چینلوں کے ان انکشافات نے ایک بات ضرور صاف کردی ہے کہ ہمارے یہ نمائندے پوری طرح بکاؤ مال بن چکے ہیں۔ یہ ایک علاحدہ بات ہے کہ کس کی کیا قیمت لگتی ہے اور کون کتنے میں فروخت ہوتا ہے۔

یہ بات خوش آئندہ ہے کہ سیاسی پارٹیوں نے اپنے متعلقہ ممبران کو فوراً پارٹی سے معطل کرکے ان کے خلاف جانچ کی کارروائی شروع کردی ہے۔ پارلیمنٹ کے اسپیکر مسٹر سومناتھ چٹرجی نے بھی فروخت شدہ ارکانِ پارلیمنٹ کے خلاف سخت نوٹس لیتے ہوئے جب تک جانچ مکمل نہ ہوجائے اور جانچ کمیٹی کسی فیصلے پر نہ پہنچ جائے ان ارکان کو پارلیمنٹ سے معطل کردیا ہے۔

ابھی تک پارلیمنٹ میں جرائم پیشہ افراد کے پہنچنے اور سیاست میں جرائم کی آمیزش کا رونا رویا جاتا تھا مگر پارلیمنٹ کے ان ممبران اور عوامی نمائندوں نے خود کو فروخت کرکے ملک اور پارلیمنٹ کی پیشانی پر جو بدنما داغ لگایا ہے اس نے پورے ملک، اس کی آزادی اور جمہوریت کو ہی شرمسار کردیا ہے جو ملک کے مستقبل کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔

ہمارے خیال میں اب وقت آگیا ہے کہ عوامی نمائندگی قانون میں ترمیم کرکے ووٹروں کو اس بات کا حق دے دیا جائے کہ اگر ان کا منتخب کردہ نمائندہ ان کا حق نمائندگی ادا نہیں کر رہا ہے، وہ کسی جرم کا مرتکب ہو رہا ہے یا اپنی پارلیمانی رکنیت کو اپنے تحفظ کے لیے بطور ڈھال استعمال کر رہا ہے تو وہ کسی عوامی تحریک کے ذریعہ اسپیکر سے اس کی رکنیت ختم کردینے کی درخواست کرسکیں۔ آج کوئی بھی رکن پارلیمان منتخب ہوجانے کے بعد مطمئن ہوکر بیٹھ جاتا ہے کہ اب وہ عوام کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔ اگر عوامی نمائندگی قانون میں یہ ترمیم کردی گئی تو رکن پارلیمنٹ جہاں خود کو اپنے حلقۂ انتخاب کے ووٹروں کے سامنے جواب دہ تصور کرے گا وہیں کوئی جرم کرنے سے پہلے سو بار سوچے گا کہ کہیں اس کی منافع بخش پارلیمانی رکنیت تو نہیں چلی جائے گی۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

بقیہ — عصبیت کا فتنہ...

سے بھی بدتر ہے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کیونکہ ناسور جیسے امراض تو دنیوی زندگی کو تباہ و برباد کرتے ہیں بلکہ ان امراض میں مبتلا انسانوں کو ایمان والوں کو اخروی ثواب سے نوازا جائے گا اور تعصب وعصبیت سے دنیا بھی برباد اور آخرت بھی، دنیا میں بھی رسوائی اور آخرت میں بھی۔ بدقسمت ہیں وہ لوگ، اور کتاب وسنت کی روشنی اور خوشبو سے دور ہیں وہ افراد جو عصبیت کے چوبچے میں غوطہ لگاتے ہیں، اور قومیت، علاقائیت، لسانیت اور ذات و برادری کا گھناؤنا کھیل کھیلتے ہیں اور اس طرح دنیا کے سامنے اسلام کے خوبصورت چہرہ کو داغدار کرتے ہیں۔

مذہب اسلام آفاقی و عالمگیر نظریہ وفکر کا حامل ہے، وہ کبھی بھی کسی تنگ نظری، تنگ خیالی قومیت، علاقیت، وطنیت اور فرقہ پرستی سے مصالحت کا روادار نہیں ہوسکتا۔ لیکن افسوس کہ جس مذہب کی تعلیمات اس قدر وسیع و ہمہ گیر، شاف و شفاف اور جس کے اندر تعصب، عصبیت، تنگ نظری اور تنگ خیالی کی ذرا بھی گنجائش نہیں، اور جو مذہب جاہلی عصبیت (قومیت، لسانیت، طنیت و علاقیت) کو مٹانے کے لیے آیا، جس امت کو یہ پیغام دیا گیا کہ عجم وعرب کی بنیاد پر گورے اور کالے کی بنیاد پر کسی کو کسی پر فضیلت وفوقیت اور برتری حاصل نہیں، جس امت کے آخری نبیؐ نے عصبیت کو جاہلانہ عمل قرار دیا، اس کو اپنے پاوں کے خاک کے نیچے دبا دیا اور یہ فرمایا کہ جو عصبیت اور قومیت وطنیت کی طرف بلاوے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، اس امت کی اکثریت میں یہ جاہلی برائی کثرت سے پنپ رہی ہے، عوام تو عوام مہذب ومثقف اور تعلیم یافتہ لوگوں بلکہ سفید پوش طبقے میں بھی یہ برائی کچھ زیادہ ہی پائی جارہی ہے۔ جو بہت ہی افسوس کی بات ہے۔ جبکہ اگر مسلمانوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھی جائے تو اندازہ ہوگا کہ مسلمان جہاں کہیں بھی کمزور ہوئے، جہاں کہیں بھی ان کی حالت دگرگوں ہوئی، جہاں کہیں بھی وہ پستی کے دلدل میں پھنسے اور جہاں کہیں بھی ان کے ملک کے ٹکڑے کئے گئے اور ان کے حصے بخرے ادھیڑے گئے جس کے بعد وہ ہمیشہ کیلئے مغلوب ومحکوم بن گئے، اس کی بنیادی وجہ یہی عصبیت تھی، عربوں کو جب خانوں میں تقسیم کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، خلافت عثمانیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کی گئی تو اس سے پہلے ان عربوں اور دوسری مسلم وغیر مسلم قوموں میں اسی عصبیت کو ہوا دی گئی، اسے پروان چڑھایا گیا اور قومیت کے نعرے کا طوفان برپا کرکے اسلام کی عمارت کو کھوکھلا کیا گیا اور آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ اتنا سب کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے ہوا اور ہو رہا ہے اسکے باوجود ہم صوبائیت، علاقائیت ولسانیات کی لڑائی لڑنے میں اپنا وقت اور صلاحیت ضائع کر رہے ہیں، ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالتے اور مشرق ومغرب، شمال وجنوب کی باتیں کرتے گھوم رہے ہیں۔ جبکہ اسلام کا اس برق رفتاری سے ساری دنیا میں پھیلنا اسی لئے ممکن ہوسکا کہ اس نے رنگ ونسل اور ہر طرح کی عصبیت وامتیاز کا پہلے خاتمہ کیا اور اتحاد و اتفاق سے اسلام کو پوری دنیا میں پھیلا کر ایک مثالی تاریخ رقم کی، لیکن افسوس کہ آج اسی اتحاد و اتفاق کو بعض ناداں لوگ علاقائی، لسانی اور رنگ ونسل کی عصبیت کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں، جسکا خمیازہ پوری ملت اسلامیہ کو بھگتنا پڑے گا۔

اب بھی وقت ہے کہ ہم زمانہ جاہلیت کی عصبیت کی بیماری سے پیچھا چھڑائیں، اپنے دلوں میں اخوت ایمانی کو پروان چڑھائیں اور اسلام کے کلمہ پر متحد ویکجا ہوں کہ عزت ورفعت کی بحالی اس کے بغیر ممکن نہیں، آخر کب تک ہم بغض وعنات، کینہ وکدورت، حسد ونفرت کے دلدل میں پھنسے رہیں گے، کب تک عہد جاہلیت کی تاریکی میں بھٹکتے رہیں گے۔ اس وقت سب سے زیادہ تیزی سے پھیل کر ایک منظم معاشرے کو تباہی کی راہ پر لے جانی والا یہی تعصب اور عصبیت ہے، چپراسی سے لے کر اعلیٰ عہدے داروں تک کے لوگ اس عصبیت کے موذی مرض میں مبتلا ہیں۔ آج وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ہر قسم کے تعصب اور عصبیت بالخصوص قومیت، علاقائیت، لسانیت اور ذات و برادری کے گھناؤنے کھیل سے اپنے آپ کو بچاتے ہوئے اپنے ذہنوں کو پاک کریں اور اسلام کے پیغام حق وانصاف اور مساوات کو عملی جامہ پہنائیں تاکہ دنیا پھر اسلام کے دامن میں پناہ لینے کو اپنی خوش قسمتی سمجھے۔ اگر ہم دین و اسلام کی سربلندی چاہتے ہیں تو ہمیں تعصب وعصبیت کو اپنے ذہن ودماغ سے نکال کر اسلامی اخوت و بھائی چارگی کو فروغ دینا ہی ہوگا ورنہ ہم خود اپنے گھر کو آگ لگانے والوں کے مانند ہونگے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ہر طرح کے تعصب وعصبیت سے اور اس کے بھیانک نتائج سے محفوظ فرمائے۔ آمین یارب العالمین

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ مسلمان بھی ہو ◻◻

بقیہ — خسارے سے بچنے....

آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے قول وعمل سے صبر کرنے کی ترغیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلا شبہ صبر وہی ہے جو تکلیف کے آغاز میں کیا جائے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

غرض دین ودنیا کے خسارے سے بچنے اور نفع عظیم حاصل کرنے کا یہ قرآنی نسخہ چار اجزاء سے مرکب ہے جن میں پہلے دو جزء (ایمان واعمال صالحہ) اپنی ذات کی اصلاح کے متعلق ہیں۔ اور دوسرے دو جزء دوسروں کی ہدایت واصلاح سے متعلق ہیں۔ یعنی ہم اپنی ذات سے بھی اللہ تعالیٰ کے احکام نبی اکرمؐ کی تعلیمات کے مطابق بجالائیں، اور ساتھ میں یہ کوشش وفکر کریں کہ ہماری اولاد، ہمارے رشتے دار، ہمارے پڑوسی، ہماری کمپنی میں کام کرنے والے حضرات، ہمارے شہر میں رہنے والے لوگ اور ساری انسانیت اللہ کی مرضی کے مطابق اس دنیاوی فانی زندگی کو گزارنے والی بنے تاکہ ہم سب بڑے خسارے سے بچ کر ہمیشہ کی کامیابی حاصل کرنے والے بن جائیں۔ ہر شخص اپنی زندگی کا جائزہ لے کہ اس کے اندر یہ چار اوصاف موجود ہیں یا نہیں۔ قرآن کریم کے اس واضح اعلان سے معلوم ہوا کہ اگر یہ چار اوصاف یا ان میں سے کوئی ایک وصف بھی ہمارے اندر موجود نہیں ہے تو ہم دنیا وآخرت میں ناکامی اور بڑے خسارے کی طرف جارہے ہیں۔ لہٰذا ابھی وقت ہے، موت کب آجائے، کسی کو نہیں معلوم، ہم سب یہ عزم مصمم کریں کہ دنیا وآخرت کی کامیابی حاصل کرنے اور بڑے خسارے سے بچنے کے لئے یہ چار اوصاف اپنی زندگی میں آج، بلکہ ابھی سے لانے کی مخلصانہ کوشش کریں گے۔ اللہ ہم سب کو زندگی کے باقی ایام ان چار اوصاف سے متصف ہوکر گزارنے والا بنائے۔ آمین، ثم آمین۔ ◻◻

بقیہ — زندگی بچانی ہے تو....

ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق دن کے آغاز میں ناشتے میں زیادہ حرارے لینا اور رات کے وقت کم کھانا امراضِ قلب، فالج اور خون کی شریانوں سے متعلق دیگر کئی امراض کا خطرہ کم کردیتا ہے۔ سبز چائے بھی ذیابیطس اور دل کے امراض سمیت کئی بیماریوں سے بچاؤ میں مدد فراہم کرتی ہے۔ روزانہ خشک میوہ جات کا معمولی مقدار میں استعمال دل کے امراض سے بچاؤ اور کولیسٹرول کی سطح میں کمی لانے میں مفید ہے۔ طبّی ماہرین کے مطابق اس جان لیوا مرض سے بچنے کے لیے احتیاط سب سے ضروری ہے۔ اس کے علاوہ طبّی ماہرین تمباکونوشی سے پرہیز، خوراک میں پھلوں، سبزیوں کے زیادہ استعمال اور روزمرہ ورزش پر زور دیتے ہیں تاکہ اس جان لیوا مرض سے بروقت بچا جاسکے تو پھر آپ بھی آج ہی سے وہ طرزِ زندگی اختیار کریں جو آپ کے دل سے دوستی کرلے۔ سبز چائے کا صرف ایک کپ ہی کولیسٹرول کے نتیجے میں خون کے جمنے کے عمل کی روک تھام کرنے کے لیے کافی ہے۔

اس کے علاوہ یہ گرم مشروب میٹا بولزم کو بہتر کرکے اضافی وزن میں کمی لانے میں بھی مدد دیتا ہے جس سے بھی امراضِ قلب اور ہارٹ اٹیک کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

خون کی شریانوں میں مسائل جیسے ان کا اکڑنا، ناقص غذا، جسمانی سرگرمیوں سے دوری اور تمباکونوشی کو امراضِ قلب کی عام وجوہات سمجھا جاتا ہے جبکہ ہائی بلڈ پریشر، انفیکشن وغیرہ بھی یہ خطرہ بڑھاتے ہیں تاہم اچھی خبر یہ ہے کہ صحت مند طرزِ زندگی اور غذا کے استعمال سے آپ امراضِ قلب کو خود سے دور رکھ سکتے ہیں۔ ◻◻

تری پورہ میں فرقہ وارانہ تشدد کے واقعات پر جمعیۃ علماء ہند کا شدید احتجاج

صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی نے ریاست کے وزیر اعلیٰ کو خط لکھ کر فوری کارروائی کا مطالبہ کیا

جمعیۃ علماء تری پورہ کا باثر افراد کے ساتھ امن ریلی کا انعقاد

نئی دہلی ۲۴ر اکتوبر ۲۰۲۱ء: جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود مدنی نے تری پورہ میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات اور گھروں پر حملہ، آگ زنی اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیز نعرے بازی پر گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ریاست کے وزیر اعلی شری بپلاب کمار دیب کو خط لکھ کر فسادیوں کے خلاف فوری کارروائی کا مطالبہ کیا ہے۔ مولانا مدنی نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ ایک وزیر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے یہ آئینی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اقلیتوں کے جان ومال کے تحفظ کو یقینی بنائیں اور تشدد پسند عناصر پر قدغن لگائیں جو بنگلہ دیش میں رونما ہونے والے تشدد کا بہانہ بنا کر بھارت کے مسلمانوں پر حملہ کررہے ہیں۔ مولانا مدنی نے اس موقع پر ملک کے وزیر داخلہ کو بھی متوجہ کیا ہے کہ وہ اس واقعہ کی مذمت کریں اور ملوث جماعتوں اور گروہوں کے خلاف کارروائی کا حکم دیں۔ بنگلہ دیش میں جو کچھ بھی ہوا، بھارت اور دنیا کے سبھی طبقوں نے اس کی مذمت کی، بنگلہ دیش کی وزیر اعظم نے اس کے خلاف کارروائی کا واضح طور سے اعلان کیا، اسی طرز پر ہندستان کی حکومت میں بیٹھے ہوئے اعلی عہدیداروں کو تری پورہ میں ہورہے واقعات پر اپنا موقف رکھنا چاہیے، اس سے فرقہ پرستوں کے حوصلے پست ہوں گے۔ انھوں نے کہا کہ فرقہ پرستوں کو اس سے بھی حوصلہ ملتا ہے کہ ملک کی مرکزی سطح کی قیادت ان واقعات پر خاموش رہتی ہے، اس سے بین الاقوامی سطح پر بھارت کی بدنامی ہورہی ہے اور خطہ میں اس کے قائدانہ کردار پر داغ لگ رہا ہے۔

مولانا مدنی نے کہا کہ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ دو غلط کام مل کر درست نہیں ہو سکتے، اس لیے میں ملک کے سبھی طبقات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ امن وامان کو قائم رکھیں اور پرتشدد جواب یا ردعمل سے ہر ممکن احتراز کریں۔

دریں اثنا جمعیۃ علماء تری پورہ کے صدر مفتی عبدالمومن نے تری پوری کے حالات پر ایک تفصیلی مکتوب جمعیۃ علماء ہند کے مرکزی دفتر کو ارسال کیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ تری پورہ میں بارہ مساجد پر حملہ ہوا ہے اور ان میں آگ زنی کی گئی ہے اور چند مساجد پر بھگوا جھنڈے بھی نصب کیے گئے ہیں، ان میں ضلع گومتی کے مہارانی حلقہ کی چار مسجدوں پر حملہ ہوا، وہاں بی ایچ پی کے کارکنان نے بازار میں مسلمانوں کے خلاف قابل اعتراض نعرے لگائے۔ اسی طرح درگا بازار میں ٹین سے بنی ہوئی ایک مسجد تھی، اس میں آگ لگا دی گئی۔ اگرتلہ کی کرشن نگر مسجد، چندرہ پور کی مسجد، کیلاشہر کی مسجد، راتا چرا کی مسجد، ضلع دھرم نگر نارتھ تری پور کی مسجد میں توڑ پھوڑ اور آگ زنی کی گئی۔ ایسے حالات میں ریاستی جمعیۃ علماء ہند نے وہاں کے باثر افراد سے مل کر اگرتلہ میں ایک امن ریلی بھی نکالی ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے جنرل سکریٹری مولانا حکیم الدین قاسمی لگاتار ریاستی جمعیۃ علماء کے ذمہ داروں سے رابطے میں ہیں۔ جمعیۃ علماء کیلا شہر کی یونٹ نے انتظامیہ سے ملاقات کرکے مسجد کی بحالی اور تعمیر نو کا مطالبہ کیا ہے، اسی طرح جمعیۃ علماء کی کوشش سے درگا بازار کے نواح میں واقع ٹین والی مسجد کی مقامی ہندو ذمہ داروں اور پولس انتظامیہ نے مل کر تعمیر نو کا وعدہ کیا ہے۔

مولانا شاہ جمال الرحمان مفتاحی تلنگانہ و آندھرا پردیش کے امیر شریعت منتخب

حیدرآباد: آج بتاریخ ۲۴ اکٹوبر ۲۰۲۱ء بروز اتوار ریاستی دفتر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش بمقام مسجد زمزم باغ عنبر پیٹ حیدرآباد ریاست کے ذمہ دار علماء کرام، تنظیموں کے ذمہ داران اور ارباب حل وعقد کا ایک اجتماع برائے انتخاب امیر شریعت بصدارت حضرت مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک اور نعت النبی سے اجلاس کا آغاز ہوا۔ مفتی انعام الحق قاسمی صاحب آرگنائزر محکمہ شرعیہ ریاست تلنگانہ وآندھرا نے اجلاس کے مقصد اور امارت شرعیہ ہند کی تاریخ پر مختصر تعارف پیش کیا، اور افتتاحی خطاب میں کہا کہ امارت شرعیہ ہند اور اس کے تحت محکمہ شرعیہ کا نظام جمعیۃ علماء ہند کی اولین ترجیحات میں سے ایک ہے جس کے تحت نظام قضاء کو مستحکم کرنا، مسلمانوں کے باہمی نزاعات کو شریعت کی روشنی میں حل کرنا، مظلوموں کی دادرسی کرنا اور استطاعت کے مطابق انصاف تک رسائی کا نظام قائم کرنا مقاصد میں سے ایک ہے۔ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی حیات میں غیر منقسم آندھرا پردیش کیلئے امیر شریعت صوبہ مولانا برکت اللہ خان صاحب قاسمیؒ کا انتخاب کیا تھا۔ مولانا کی حیات میں ریاستی جمعیۃ علماء کی جانب سے گذشتہ بیس برسوں سے محاکم شرعیہ کے ذریعہ مسلمانوں کے باہمی نزاعات کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں حل کرنے کا کام جاری رہا، الحمدللہ اس وقت ریاستی جمعیۃ علماء کی محنتوں سے دونوں ریاستوں میں اٹھارہ مقامات پر محکمہ شرعیہ کا نظام قائم ہے۔ حضرت مولانا محمد برکت اللہ خان قاسمی سابق امیر شریعت صوبہ کی وفات کے بعد اس منصب یعنی امیر شریعت صوبہ کے لئے مناسب نام زیر غور رہا، ریاستی صدر حافظ پیر شبیر نے مرکز اور ریاست کے اکابر علماء کرام سے کافی مشورے کے بعد طے کیا کہ امیر شریعت صوبہ کے اہم ترین منصب کیلئے مولانا شاہ جمال الرحمٰن مفتاحی کا نام تجویز کیا جائے، جو اپنے علم وتقویٰ اور دیانت وبزرگی کی وجہ سے اس منصب کیلئے موزوں ترین شخصیت ہیں اور ریاست کی عوام اور علماء کرام پر اپنا غیر معمولی اثر رکھتے ہیں۔ اس مقصد سے امیر شریعت صوبہ کے نام کی تجویز کے لئے ریاست کے ذمہ دار علماء کرام، تنظیموں کے ذمہ داران، اور ارباب حل وعقد کا ایک اجتماع جس میں ریاست کے اکابر علماء کرام مثلا مولانا احسان الدین نائب صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ، مولانا مفتی غیاث الدین رحمانی صدر جمعیۃ علماء، مولانا عبد القوی صدر جمعیۃ علماء ضلع حیدرآباد، مولانا ظلال الرحمٰن صدر لجنۃ العلماء، مولانا احمد عبید الرحمٰن اطہر ندوی وقاسمی صدر دعوۃ الحق، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ناظم معہد عالی الاسلامی، مولانا عبد الباسط صدر مجلس العلماء آندھرا پردیش، مولانا الیاس نائب صدر جمعیۃ علماء آندھرا پردیش، مولانا حسین احمد معدنی نائب صدر جمعیۃ علماء آندھرا پردیش، مولانا حسین احمد مظاہر نائب صدر جمعیۃ علماء آندھرا پردیش، مفتی عبد العز شاندی جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء جگتال نے تحریری طور پر تائید کی، مولانا احمد ومیض ندوی استاذ دار العلوم حیدرآباد، مولانا غیاث احمد رشادی صدر صفاء بیت المال، مولانا فصیح الدین ندوی صدر ابنائے ندوہ وپیغام انسانیت، مولانا احسان الدین قاسمی صدر وفاق المکاتب، مولانا مجاہد منتظم مجلس علمیہ، مفتی محمد عبداللہ صدر مفتی محکمہ شرعیہ ریاستی دفتر، مولانا عبد الستار خازن جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش، مفتی محمد عامر حنیف قاسمی صدر تحفظ شریعت، مولانا نذیر قاسمی خدام دین ٹرسٹ حیدرآباد، مولانا مصباح الدین صدر دینی تعلیمی بورڈ حیدرآباد، مولانا مسیح الدین قاسمی صدر جمعیۃ علماء میدک، مفتی ابرار شاکر ادارہ دعوت واصلاح، مولانا عبد الوارث صدر جمعیۃ علماء ونپرتی، مفتی محمد یعقوب قاسمی، مفتی عرفان قاسمی معتمد زاد مسلم، مولانا محمد نصیر الدین صدر دینی تعلیمی بورڈ ونگل، مولانا انصار شاکر حسامی، مولانا پیر عبد الوہاب عمیر قاسمی صدر شعبہ نشر واشاعت جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا، مولانا محمد نصیر الدین حسامی دفتر آرگنائزر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش، محمد رمضان انچاج دفتر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش نے شرکت کی۔ آخر میں مولانا حافظ پیر شبیر احمد صدر جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش کی اور دونوں ریاستوں کہ جمعیۃ علماء کے ذمہ داران کی جانب سے حافظ پیر خلیق احمد صابر جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء تلنگانہ وآندھرا پردیش نے مولانا شاہ جمال الرحمٰن کا نام بطور امیر شریعت صوبہ کے پیش کیا جس پر حاضرین نے اپنی تائید پیش کی الحمدللہ ریاست کے اکابر علماء کرام، تنظیموں کے ذمہ دار حضرات کی جانب سے متفقہ طور پر مولانا شاہ جمال الرحمٰن کا اسم گرامی امیر شریعت صوبہ کے طور پر تجویز ہوا۔ اللہ تعالی اس تجویز وانتخاب کو قبول فرمائے اور ملت کے لئے مفید ونافع بنائے، آمین۔ اس اجلاس کی نظامت مولانا مصدق القاسمی نے انجام دی۔ اخیر میں مولانا شاہ جمال الرحمٰن کی دعا پر اس نشست کا اختتام عمل میں آیا۔

جامعہ قاسمیہ دار العلوم زکریا میں مولانا نعمت اللہ اعظمی کا خطاب

مرادآباد: جامعہ قاسمیہ دار العلوم زکریا میں دار العلوم دیوبند کے مایۂ ناز استاذِ حدیث مولانا نعمت اللہ اعظمی کی تشریف آوری پران کے اعزاز میں مسجد جامع زکریا میں بعد نماز جمعہ علمی، اصلاحی اور خیر مقدمی مجلس کا انعقاد کیا گیا۔ اس موقع پر مولانا نعمت اللہ اعظمی نے دورۂ حدیث کے طلبہ کو بخاری شریف کی حدیث مبارک کا درس دیا اور اجازتِ حدیث دی۔ اپنے واسطے سے مولانا حسین احمد مدنی کی سند سے نوازا، جو طلبہ دورۂ حدیث کے لیے باعث سعادت اور یادگار لمحہ تھا۔ مولانا اعظمی نے اساتذہ وطلبہ کو بیش قیمت نصیحتوں سے نوازا۔ انھوں نے طلبہ کو ان کی اصل ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ان سے عہد لیا کہ وہ اپنی آئندہ زندگی کا ہر لمحہ دین کی خدمت میں صرف کریں گے۔ وہ ملت اور سماج کے لیے مفید بننے کو اپنا اصل مقصد بنائیں گے اور ہر صورت میں امت کی وحدت واجتماعیت کی حفاظت کریں گے۔ مولانا نعمت اللہ اعظمی نے کہا کہ موجودہ چیلنجوں کے دور میں ہمارا اصل ایجنڈا یہ ہونا چاہیے کہ ہم دعوت دین، وحدت امت، خدمت خلق، ٹھوس منصوبہ بندی اور مستقل محنت کے چار نکاتی پروگرام کے ساتھ آگے بڑھیں۔ طریقت پر گفتگو کرتے ہوئے اکابر دیوبند وبزرگانِ دین کے زندگوں پر روشنی ڈالی اور کہا کہ کسی اللہ والے سے تعلق قائم کرکے اپنا روحانی علاج کرائیں تبھی آپ میدانِ عمل میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

مسلمانوں کا اکثریتی گروہ بغیر علم وعمل کے اسلام کو سچا اور دین برتر مذہب سمجھتا ہے اس کی ایک وجہ ہے کہ وہ اسے ماں باپ کا مذہب سمجھتا ہے دوسری وجہ دیگر ادیان سے مقابلہ۔ مسلمانوں کی اصلاح کی کوششیں بھی کم نہیں ہورہی ہیں مگر مسلمانوں کا معاشرہ نہ بدل رہا ہے اور نہ مسلمانوں کی اجتماعیت کلمہ پڑھ رہی ہے۔ بیسویں صدی میں اسلام کے نام پر ایک ملک وجود میں آیا تھا۔ اس کے دو حصے تھے دونوں حقیقت میں عملاً مسلم پرستی کے نام پر بنا تھا دونوں میں پہلے زبان کے نام پر جھگڑا شروع ہوا جسے لسانی تعصب کہہ سکتے ہیں۔ لسانی تعصب اس قدر بڑھا کہ دونوں نے اسلام کے تعلق یا لگاؤ کو پس پشت ڈال دیا۔ ایک علاقہ میں ایسے لوگوں کو سزائے موت چن چن کے دی گئی جو اسلام کے حامی یا وفادار تھے ملک کو اسلام کا قلعہ سمجھ کر بچانا چاہتے تھے۔ وہاں آہستہ آہستہ جمہوریت کی جگہ آمریت نے لے لیا۔ اس کے حکمرانوں نے اسلام کو قصہ ماضی سمجھ کر دستور کے شروع میں جو بسم اللہ لکھا ہوا تھا اسے بھی گوارہ نہ کیا جب اس علاقے میں دوسرے علاقے کے لوگوں نے فوجی آپریشن کیا تو کچھ اس طرح جیسے ایک ملک دوسرے ملک پر حملہ کرتا ہے پھر لسانی تعصب یا عصبیت جاہلیہ کی بنیاد پر ایسا خون خرابا ہوا کہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے خون خرابے کے بعد اس فسادزدہ علاقہ کا دورہ کیا اور کلکتہ کی ایک مجلس میں لسانی تعصب پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ پڑوسی ملک کے ایک حصے میں کربلا سے بڑا سانحہ ہوا۔ اس وقت دوسرا حصہ مکہ اور مدینہ کی بات کررہا ہے مگر امریکہ یا ماسکو اس ملک کا قبلہ بنا ہوا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں چھوٹا تو جمعیت کہاں
جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

علامہ نے اپنے ایک کلیدی خطبہ فرمایا ”جو نسبت انگلستان کو انگریزوں سے اور جرمنی کو جرمنوں سے ہے وہ اسلام کو ہم مسلمانوں سے ہے اسلامی اصول یا ہماری مقدس روایات کی اصطلاح میں خدا کی رسی جوں ہی ہمارے ہاتھ سے چھوٹی ہماری جماعت کا شیرازہ بکھر گیا“ اللہ نے اپنی کتاب قرآن حکیم میں مسلمانوں کو ہدایت کی بلکہ حکم دیا کہ ”سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ (آل عمران:۱۰۳) مسلمانوں کی نوے فیصد سے زیادہ لوگوں نے اللہ کی رسی (دین کی رسی) کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا‘ تفرقے میں پڑ گئے جس کو جو رسی دنیا میں فائدہ مند دکھائی دی اسے دانت سے پکڑ لیا اور اللہ کے دین کی رسی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی جمعیت یا ملت کا شیرازہ بالکل بکھر گیا۔

ملت اسلامیہ کے لیے علامہ اقبال نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے وہ ہے اس کے ملی تشخص کی حفاظت اور اس کو بیدار کرنا ہے وطنیت کے عنوان سے ان کی مشہور نظم جو ۱۹۰۸ء میں شائع ہوئی تھی وہ فرماتے ہیں:

اس عہد میں مے اور ہے جام ہے اور جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف وستم اور
تہذیب کے آذر نے ترشوائے صنم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

وہ اپنے ایک مشہور خطبہ میں فرماتے ہیں: ”اسلام اب بھی ایک زندہ قوت ہے جو ذہن انسانی کو نسل و وطن کے قیود سے آزاد کرسکتی ہے۔ جس کا عقیدہ ہے کہ دین کو فرد اور ریاست دونوں کی زندگی میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔“ علامہ آگے فرماتے ہیں ”حب الوطنی صحیح طور پر ایک قدرتی نیکی ہے اور انسان کی اخلاقی زندگی میں وہ خاص درجہ رکھتی ہے وہ انسان کا عقیدہ ہے، اس کی تہذیب ہے اس کی تاریخی روایات ہیں، یہی وہ چیز ہیں کہ جن کے انسان کو زندہ رہنا چاہیے اور جس کیلئے انسان کو اپنی جان تک قربان کرنے میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے“ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ’ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر‘ میں علامہ اقبال نے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ’مسلمان اور دنیا کی دوسری قوموں میں اصولی فرق یہ ہے کہ قومیت کا اسلامی تصور دوسری اقوام کے تصور سے بالکل مختلف ہے ہماری قومیت کا اصل اصول نہ اشتراک زبان ہے نہ اشتراک وطن، نہ اشتراک اغراض اقتصادی ہے بلکہ ہم لوگ اس برادری میں جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائی تھی اس لیے شریک ہیں کہ مظاہر کائنات کے متعلق ہم سب کے معتقدات کا سرچشمہ ایک ہے اور جو تاریخی روایات ہم سب کو ترکہ میں پہنچی ہیں وہ سب کے لیے یکساں ہیں۔ اسلام تمام مادی قیود سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ اسلام کی زندگی کا انحصار کسی خاص قوم کے خصائص مخصوصہ وشمائل پر مختص نہیں ہے۔ غرض اسلام زماں ومکان کی قیود سے مبرا ہے“ علامہ اقبال نے اپنے اشعار، خطوط، خطبات اور نگارشات سے اسلام کے اقتصادی نظام کو پیش کیا ہے اور غربت اور افلاس کے خاتمے پر شدت سے زور دیا ہے انہوں نے دیگر پسماندہ ذاتوں کو اٹھانے کی بھی بات کی ہے۔

آہ شودر کے لئے ہندوستان غم خانہ ہے
درد انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے

علامہ اقبال آفاقیت کے تصور کو عام کرنا چاہتے تھے اسلام کو آفاقی نظام کا علمبردار سمجھتے تھے۔ افسوس مسلمان غیروں کے تہذیب وتمدن سے متاثر ہو کر اپنی پہچان اور شناخت کھونے کے درپے ہیں۔

عبدالعزیز، کولکاتا

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 22 October 2021 Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر

عارف عزیز، بھوپال

• بزرگوں کی فکر کیجئے • گداگری بن گیا ہے پیشہ • قومی دھارے کی بھول بھلیاں

بزرگوں کی فکر کیجئے

اس سے بڑی ستم ظریفی کیا ہوگی کہ جن والدین نے نہ جانے کتنی تکلیفیں اٹھا کر اور کتنے خواب سجا کر بچوں کو جنم دیا، کئی بار انہیں ان سے ہی ذلت اور درد ملتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طرح کا درد والدین کے لئے دنیا کے دوسرے تمام دردوں سے زیادہ گہرا درد ہے، لیکن کبھی عمر اور وقت کی مار تو کبھی جذبات کے بندھن سے پیدا ہوئی لاچاریوں کی وجہ سے عمر دراز افراد کے سامنے اپنے درد کو اپنے ہی اندر دبا لینے کے سوا دوسرا راستہ نہیں ہوتا۔ یہ مشکل صورت حال اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب انہیں اپنے حق میں موجود قوانین کی معلومات نہیں ہوتیں یا ان کے تئیں وہ بیدار نہیں ہوتے۔ اب مرکزی حکومت نے اپنے بزرگ والدین کا خیال نہ رکھنے، ان کو چھوڑ دینے یا ان سے بدسلوکی کرنے والوں کے لئے موجودہ قوانین کو مزید سخت کرنے کی تجویز پیش کی ہے۔ اس کے تحت اگر کوئی شخص اپنے

> کسی بھی ملک یا ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بزرگوں کو نہ صرف عمر کی وجہ سے پیدا ہوئی تکالیف کے مدنظر بلکہ ایک شہری کے طور پر بھی ضروری مدد مہیا کرائے، اس کے لئے باقاعدہ قانون سازی کرے، اس میں ایک گنجائش یہ بھی رکھی جائے کہ خاندان اور سماج میں بے رخی کا درد جھیلنے والے تمام بزرگوں کے بچوں کی ذمہ داری مقرر کی جائے۔

بزرگ والدین کو ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے یا ان کے ساتھ بے رحمی کرتا ہے تو اُسے اب چھ ماہ تک کی جیل کی سزا ہوسکتی ہے۔ قانون میں ایک اہم تبدیلی یہ ہے کہ اس میں اب تک جہاں والدین کی صرف اپنی اولاد اور پوتے پوتیاں آتی ہیں وہیں اب متبنّیٰ اولاد یا سوتیلے بچے، داماد اور بہو وغیرہ کو بھی اس دائرے میں شامل کیا جائے گا۔ کسی بھی ملک یا ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بزرگوں کو نہ صرف عمر کی وجہ سے پیدا ہوئی تکالیف کے مدنظر بلکہ ایک شہری کے طور پر بھی ضروری مدد مہیا کرائے، اس کے لئے باقاعدہ قانون سازی کرے، اس میں ایک ضروری گنجائش یہ کرنے کی ضرورت ہے کہ خاندان اور سماج میں بے رخی کا درد جھیلنے والے تمام بزرگوں کے بچوں کی ذمہ داری مقرر کی جائے۔ اگر وہ اپنی ذمہ داری سے فرار کرتے ہیں تو اُسے جرم قرار دیا جائے۔ بزرگوں کے دکھ کو کم کرنے کے لئے سیاسی حلقوں میں وقتاً فوقتاً مطالبہ اٹھتا رہا ہے اور پہلے بھی کچھ قانون بنائے گئے ہیں۔ مثلاً خاندان میں بزرگوں کی توہین یہاں تک کہ مار پیٹ اور گھر سے نکال دیے جانے جیسے واقعات میں اضافہ کے مدنظر ہی ۲۰۰۷ء میں اس وقت کی یو پی اے حکومت نے 'والدین اور سینئر شہری کی دیکھ بھال اور بہبود قانون' بنایا تھا، لیکن سماج کے بزرگوں کے درمیان بیداری کی کمی کی وجہ سے اس کے اثر کا دائرہ محدود رہا۔

حال ہی میں بہار حکومت نے ایک اہم فیصلہ لیا ہے کہ والدین کی خدمت نہ کرنے اور ان پر ظلم کرنے والی اولاد کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی اور انہیں جیل بھیجا جائے گا۔ اب اگر بزرگ والدین کا خیال رکھنے کے مقصد سے مرکزی حکومت نے بھی اس مسئلہ پر سابقہ قانونی دفعات اور مزید سخت کرنے کا فیصلہ لیا ہے تو یقینی طور پر یہ لائق خیر مقدم ہے، لیکن اس کے مثبت نتائج اس بات پر منحصر رہیں گے کہ اس قانون کے بارے میں سماج کتنا بیدار ہو پاتا ہے اور بزرگوں کو اپنے حقوق کے بارے میں کتنی جانکاری ہو پاتی ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ میں ایک افسوسناک بات ہے کہ بزرگ والدین کی حفاظت کرنے کے لئے کسی قانون کا سہارا لینا پڑے، لیکن جب تک سماجی اور فطری ذمہ داری کے تحت اُن کی اولاد ایسا نہیں کرتی ہے تو انہیں قانوناً اِس کے لئے مجبور کرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

گداگری بن گیا ہے پیشہ

گداگری، کبھی مجبوری کا دوسرا نام ہوا کرتا تھا پھر یہ پیشہ ہوا اور اب تو یہ باقاعدہ مافیا کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ دنیا میں ایسے بے شمار گداگر ہیں جو کروڑ پتی بن گئے لیکن گداگری سے مرتے دم تک جڑے رہے۔ ۲۰۱۵ء کے ایک سروے کے مطابق ہندوستان میں چار لاکھ سے زائد گداگر تھے لیکن اب یہ تعداد یقیناً کئی گنا بڑھ چکی ہوگی۔ بڑے شہروں میں گداگروں کی بڑھتی تعداد نے شہریوں کو خاصا پریشان کر رکھا ہے، مذہبی مقامات اور ٹریفک سگنل کے علاوہ ہوٹلوں، بینکوں، دکانوں بطور خاص میڈیکل شاپ کے روبرو گداگر ڈیرہ جمائے رہتے ہیں جو پہلے سے پریشان حال آدمی کی پریشانیوں میں اضافہ کرتے ہوئے اس کا سخت امتحان لیا کرتے ہیں۔ پیشہ آور گداگر بہترین اداکار ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی نفسیات سے بخوبی واقف ہوتے ہیں اور وہ اس بات کو بہتر طور پر جانتے ہیں کہ کب، کہاں اور کیسے بھیک مانگی جائے اور کس طرح لوگوں کے احساسات اور جذبات سے کھلواڑ کر کے ان کی جیبوں سے اپنی ہتھیلی میں رقم منتقلی کی جائے۔ گداگر خود شہریوں کے لئے ایک مسئلہ بنے ہوئے ہیں لیکن اس سے بھی بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کو گداگری کی دلدل میں ڈھکیلا جارہا ہے اور خواتین کی تعداد بھی دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ ایسی خواتین بھی مدد طلب کرتی نظر آتی ہیں جنہیں دیکھ کر قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کسی مدد کی مستحق ہیں۔ شہر کے مخصوص مقامات پر معصوم بچوں کو سڑک کے کنارے لے کر بیٹھنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔ بچوں کو سڑک کے کنارے لٹا کر عام طور پر چادر اوڑھا دی جاتی ہے۔ یہ منظر راہ گیروں کے قلب و ذہن پر اس قدر گہرا اثر مرتب کرتا ہے کہ وہ بے ساختہ ان کی مدد کو آگے بڑھ جاتے ہیں۔ دراصل یہ سارے ہتھکنڈے راہ گیروں کی ہمدردیاں بٹورنے کے لئے ہوا کرتے ہیں۔

بیشتر گداگر ایموشنل اتیاچار کے پیکر ہوا کرتے ہیں، وہ وقت گیا جب گداگر "جو دے اس کا بھلا اور جو نہ دے اس کا بھلا" یا پھر "تم ایک پیسہ دوگے، وہ دس لاکھ دے گا" کا نعرہ مارا کرتے تھے، یعنی ایک پیسہ لیکر دس لاکھ کی دعا دیا کرتے تھے۔ اب تو یہ حالات ہیں کہ ان کے ہاتھ میں دس کا نوٹ بھی رکھیں تو وہ دینے والے کے حق میں دعا دینے کے موڈ میں نہیں ہوتے بلکہ فوری دوسرے راہ گیر کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے گداگروں کی بھی کمی نہیں جنہوں نے ہاتھ پھیلانے اور اڈے بنا کر بھیک مانگنے کو شعار بنا رکھا ہے۔ کیا ہم نے کبھی ان کے متعلق سوچا ہے کہ ان کے ہاتھوں میں روزانہ سینکڑوں روپئے اکٹھے ہو جاتے ہیں مگر وہ بھیک مانگنے سے کیوں اجتناب نہیں کرتے۔ وہ اپنے گداگری کے ٹھکانوں پر روزانہ نہایت پابندی سے کیوں پہنچ جاتے ہیں؟ روزانہ ہی وہ ہاتھ کیوں پھیلاتے ہیں؟ ان کی ضرورتوں کا کشکول لبریز کیوں نہیں ہو پاتا؟ کچھ ایسے ڈھیٹ قسم کے گداگر بھی ہوتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ دینے تک وہ راہ گیر کو آگے بڑھنے نہیں دیتے بلکہ کچھ تو ایسے بھی ہیں جو دس بیس روپیوں سے کم خیرات نہیں لیتے اور مسلسل مطالبہ کرتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حکومت وانتظامیہ کی جانب سے گداگروں کو شہر سے ہٹانے کی وقتاً فوقتاً کوشش کی جاتی ہے لیکن نتائج ہمیشہ صفر ہی رہے۔ ہر بار بڑے پیمانے پر گداگروں کو شہر سے ہٹانے کی مہم کا آغاز کیا جاتا ہے لیکن جانے کس کی کوتاہیوں کا نتیجہ ہے کہ چند دن بعد پھر سے وہی گداگر مذکورہ ہی مقامات پر نظر آتے ہیں جہاں سے انہیں ہٹایا گیا تھا۔ گداگروں کو محض سڑک سے ہٹانا، اس مسئلے کا حل نہیں ہے۔ جو واقعی غریب ہیں اور مدد کے مستحق ہیں، ان کی بازآبادکاری ضروری ہے۔

قومی دھارے کی بھول بھلیاں

آر ایس ایس کے لوگ ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ زریں مشورہ دیتے نہیں تھکتے کہ "وہ خود کو ہندو قومیت کا ایک حصہ سمجھیں اور اپنے ان پرکھوں کی عزت کریں جو بنیادی طور پر ہندو تھے" غالباً مشورہ دینے والوں کو اس حقیقت کا علم نہیں یا وہ جانتے بوجھتے اسے نظر انداز کر رہے ہیں کہ ملک سے وفاداری، روحانی عقیدت، تہذیبی خصوصیات، معاشرتی امتیاز، ذاتی روابط، پرکھوں کا احترام اور رشتہ داری کے تعلقات سب علاحدہ علاحدہ پہلو ہیں جن کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا جاسکتا، ہندوستان کے مسلمان، مسلمان بھی ہیں اور ملک سے محبت کرنے والے شہری بھی، بالکل اسی طرح جیسے کہ برما کے بودھ، بودھ بھی ہیں اور برمی بھی۔ یا نیپال اور سری لنکا کے ہندو، ہندو بھی ہیں اور ان ممالک کے شہری بھی، ایسا تو نہیں ہے کہ ہندوستان سے باہر جتنے بھی بودھ یا ہندو ہوں ان سب کی ابتدائی وفاداری ہندوستان کے ساتھ ہو اور صرف ثانوی وفاداری ان ملکوں کے ساتھ جہاں وہ سکونت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اگر جاپان، برما، سری لنکا اور کمپوچیا کے بودھ سارناتھ، سانچی اور گیا وغیرہ کے ساتھ یا ہندوستان کے سکھ پاکستان میں ننکانہ صاحب اور پنجہ صاحب کے ساتھ روحانی عقیدت کا تعلق رکھتے ہوئے بھی ملک کے وفادار شہری ہوسکتے ہیں تو ہندوستان کے مسلمانوں سے خود کو ہندو سمجھنے یا ہندو قومیت کا ایک جزو بننے کا مطالبہ کیوں ہو رہا ہے؟ وہ ہندوستانی ہیں اور اپنی اس حیثیت پر یقیناً فخر کرتے ہیں مگر ان کے نزدیک مسلمان ہونا بھی کم فخر کی بات نہیں۔ اسی طرح ان پر مذہبی طور سے یہ پابندی عائد کی گئی ہے کہ وہ دیگر تمام مذاہب اور ان کے پیشواؤں کا احترام کریں اور اپنی زبان سے کوئی ایسی بات ہرگز نہ کہیں جس سے ان کی بے عزتی ہوتی ہو۔ مسلمانوں کو اپنے قیمتی مشوروں سے نوازنے والوں کو یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ اجتماعی زندگی کے سیاسی اور شخصی دو دائرے ہوا کرتے ہیں۔ ریاست ایک خالص سیاسی ادارہ ہے شخصی نہیں اور مذہب، تہذیب، زبان شخصی دائرہ میں آتے ہیں جس پر اکثریت کو حکم چلانے یا اپنے ثقافتی غلبہ کی چھاپ لگانے کا حق نہیں دیا جاسکتا، نہ یہ طرز فکر اس جمہوریت اور سیکولر اساس سے میل

> گداگر خود شہریوں کے لئے ایک مسئلہ بنے ہوئے ہیں لیکن اس سے بھی بڑا مسئلہ یہ ہے کہ بچوں کو گداگری کی دلدل میں ڈھکیلا جارہا ہے اور خواتین کی تعداد بھی دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔ ایسی خواتین بھی مدد طلب کرتی نظر آتی ہیں جنہیں دیکھ کر قطعی محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کسی مدد کی مستحق ہیں۔

کھاتا ہے جس کو ہم نے اپنے یہاں ایک نظام حکومت کے طور پر اپنا رکھا ہے اور دنیا کے سامنے اسے فخر کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

جس لمحہ یہ حقیقت فراموش کر دی جاتی ہے کہ اکثریت اقلیتوں کی مختار کل نہیں صرف محافظ ہے اسی لمحہ اکثریت جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کرا لیتی ہے اور ریاست وحکومت کی ایجنسیوں کو کم تعداد والے گروہوں پر شخصی خصوصیات مسلط کرنے کے لئے استعمال کرنے لگتی ہے۔ ایسے ہی رویہ سے اکثریت اور اقلیت کے درمیان بدگمانی، نفرت اور تصادم کا آغاز ہوتا ہے، ہندوستان میں رجعت پرستی کے شکار لوگوں کا آج یہی مقصد ہے اور اسی لئے وہ مسلمانوں کو اپنی الگ شناخت ختم کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں تاکہ وہ اکثریت کے دھارے میں ضم ہو جائیں جسے وہ قومی دھارے کا نام دیتے ہیں مگر قومی دھارے کا مطلب ہندو طرز فکر کبھی نہیں ہوسکتا اس غلطی سے وہ اپنے ذہن کو صاف کر لیں تو بہتر ہے۔ ☐☐

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
انشاء اللہ ماہ نومبر ۲۰۲۱ء میں منظرعام پر آرہا ہے
تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں
رابطہ ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادرشاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان

آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ
9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

شرح خریداری

سالانہ	200/-
ششماہی	100/-
فی پرچہ	5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے	2500/-
دیگر ممالک کے لئے	3000/-

رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادرشاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI